لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم

البلاغ المبین فی احکام رب العلمین و اتباع خاتم النبیین

سلیم

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ
۱۱۱۴ —— ھ —— ۱۱۵۶

ترجمہ مولانا محمد علی مظفری ؒ

فاروقی کتب خانہ ناشران و تاجران بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

البلاغ المبین فی احکام رب العلمین

سلیے

اتّباع خاتم النّبیّین

حکیم الامّت شاہ ولیّ اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ
۱۱۱۴ ـــ ھ ـــ ۱۱۵۶

ترجمہ **مولانا محمّد علی مظفری**

www.KitaboSunnat.com

فاروقی کتب خانہ ناشران و تاجران بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

عطیہ

نام کتاب ———— البلاغ المبین
مصنفہ ———— شاہ ولی اللہؒ
ترجمہ ———— مولانا محمد علی مظفری
طابع ———— محمد عبدالمنعم
ناشر ———— فاروقی کتب خانہ - ملتان
تعداد صفحات ———— ۱۲۰
بار ———— دوم
تعداد ———— ۱۰۰۰
قیمت ———— ۵۰/[illegible] روپے
سال اشاعت ———— ۱۹۶۸ء

طبع فی المطبعۃ العربیۃ
۳۰- لیک روڈ - پرانی انارکلی - لاہور

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر ....

فہرست مضامین

نمبر صفحہ	مضمون
۲	دیباچہ از مترجم
۷	آیت من یشرک باللہ کی تفسیر
۷	اشراک باللہ
۸	مشرک دو قسم کے ہوتے ہیں
۸ - ۹	حقیقت ظلم۔ قصہ ہابیل قابیل
۹	بت پرستی کی ابتدا
۱۱	اندھی محبت کا فتنہ
۱۲	اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو رب بنالینے کی تشریح
۱۲	بنی اسرائیل پر کیوں لعنت ہوئی
۱۴	آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
۱۴ + ۱۵	پہلا واقعہ ۔ دوسرا واقعہ
۱۵	تیسرا واقعہ
″ - ۱۶	منقوشہ پتھر بالکل جھوٹے میں نصب کی تشریح
۱۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار
″	کو گرا دیا۔
۱۸	قبر پر سے چراغ اور قندیل کا اٹھا دینا
″	ایسی نذر معصیت ہے
″	چوتھا واقعہ
۲۰	عصائے موسیٰ علیہ السلام
″	بدعتیوں کا طریق اشاعت
۲۲	مقام ابراہیم علیہ السلام
۲۳	شیاطین کا ڈھنگ
″	جھوٹی حدیثیں
۲۴	ایک بڑی غلطی
	حدیث ابی الھیاج الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کا اس حدیث کے متعلق خیال
۲۷	اسلام اور قبر پرستی
″	قبر پرستوں کا غلو
۲۸	عملی غلو
۳۰	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ
″	حدیث لاتجعلوا قبری عیداً
۳۱	معجزات وکرامات
۳۲	جماعت پیر پرست
″	دعا عبادت کا نام ہے۔
۳۳	دعا ہی عبادت ہے انبیا یا اولیا سے استمداد
″	چاہنا ان کی عبادت کے مترادف ہے
۳۴	شرک شفاعت کے منافی ہے
۳۵	زیارت قبور سے مقصود کیا ہونا چاہیئے
″	زیارت قبور کا مسنون طریقہ
″ - ۳۶	پہلی حدیث ۔ دوسری حدیث
۳۶،	تیسری حدیث
۳۷	احادیث ثلاثہ کا خلاصہ مطالب سمجھنے کا طریق
″	اختلاف فتنہ ہے جس نے قوموں کو ہلاک کردیا
″	حدیث اہل بیت
۳۹	مقبولیت بارگاہ الٰہی کی علامت
۴۰	عقائد میں آنحضرت صلعم اور صحابہ رضی اللہ عنہ
″	کے ساتھ مطابقت ضروری ہے
″	معیار صحت
۴۱	اسوۂ ابراہیمی علیہ السلام
۴۲	اسوۂ حضرت اسحاق علیہ السلام
″	اسوۂ یعقوبی علیہ السلام
	اسوۂ یوسفی علیہ السلام
	صاحبی السجن کی تفسیر صوفیا کے نزدیک

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۴۴	اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	〃	ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول
〃	ایک اعتراض اور اس کا جواب	〃	ایک عجیب خواب
۴۵	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۷۱	ہمزاد کی موت کہیں مذکور نہیں
۴۶	تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم	〃	ایک مغالطہ
〃	اسوۂ صدیقیؓ۔ واقعہ رحلت مصطفیٰ صلی اللہ	۷۳	تفسیر سورۃ والناس
〃	علیہ وسلم۔	〃	رب ملک اور الہ کی تشریح
۴۷	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر	۷۴	درجہ فنانی الشیخ کا مطلب
۴۸	اسوۂ فاروقیؓ	۷۵	ہر بستی کے لئے حاجت روا جدا ہے
۴۸	اسوۂ عثمانیؓ	۷۶	محکمات اور متشابہات
۵۱	خیر الناس کا قصہ	۷۷	ایک اصحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ
۵۲	باب ذکر مشائخ۔ مشائخ کا فعل حجت نہیں	۷۷-۷۸	تنبیہ۔ حضرت علیؓ کے متعلق حضور صلی اللہ
〃	شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہٗ	۷۸	علیہ وسلم کا ارشاد
〃	شہاب الدین عمر سہروردیؒ	〃	طریقہ اہل سنت
〃	اسوۂ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم	۷۹	وظائف شرکیہ
۵۳	علم کی فضیلت	〃	شرکیہ وظائف کے چند نمونے ایسے وظیفے
۵۵	غلو فی الدین	〃	پڑھنے کی ممانعت
۵۷	الصوفی لا مذہب لہ حضرت شیخ محی الدین	۸۳	ابو سلیمان دارانیؒ اور دیگر بزرگوں
〃	جیلانیؒ حنبلی المذہب تھے۔	〃	کے اقوال
۵۸	بت پرستوں اور قبر پرستوں میں مشابہت	۸۷	عقائد میں حضور علیہ السلام و صحابہ کرامؓ سے
۶۰	بیرونی شہادت	〃	موافقت ضروری ہے۔
〃	ایک عابد کا واقعہ	۸۹	فاسق فاجر سے میل جول کا انجام عذاب الٰہی
۶۵	حضرت شیخ جیلانی کا ایک عجیب واقعہ	〃	ہے۔
۶۶	قصہ تلاوت سورۃ النجم	۹۰	مسلم کی ایک حدیث
۶۸	شیخ عبد الوہابؒ منڈوی اور شیخ	۹۱	مکالمہ
〃	عبد الحقؒ دہلوی کے واقعات	۹۱-۱۱۳	نتیجہ۔ تین مسافروں کا قصہ
۶۹	زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱۴	پیروں کے ساتھ محبت کرنے کا معیار
۷۰	زیارت نبوی کے متعلق تین خیال	۱۱۵	شفاعت کن لوگوں کے لئے ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں اسلامی دنیا کا ہر فرزند آپ کے اسم گرامی سے واقف اور آپ کے مرتبہ سے خوب آشنا ہے آپ متاخرین میں خاص پایہ رکھتے ہیں۔ جمہور علماء متاخرین نے آپ کو گذشتہ صدی کا مجدد مانا ہے آپ کی تصانیف متعدد ہیں۔ ان میں سے ایک البلاغ المبین فی احکام رب العلمین واتباع خاتم النبیّین ہے جس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے اصل کتاب فارسی زبان میں ہے اور اس کا موضوع مسئلہ زیارت قبور ہے۔ اس موضوع پر بہت سی اور تصنیفیں بھی موجود ہیں۔ جو اردو زبان میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اکثر زیارت قبور ہی کے نام سے موسوم ہیں لیکن جو انداز تحریر اس کتاب میں اختیار کیا گیا ہے وہ شاہ صاحب کا مخصوص حصہ ہے اس کے پڑھنے سے واضح ہو جائے گا کہ مسلمان آج توحید سے کس قدر دور اور شرک اور بدعت سے کس قدر قریب ہو گئے ہیں۔ جو مسائل اہل بدعت کے لئے آج مایۂ ناز بنے ہوئے ہیں۔ وہ کس قدر بے اصل اور گمراہ کن ہیں۔ اور جو رسوم اہل جمود و محدثات کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ وہ کس قدر شرک سے ملوث ہیں۔

اس کتاب میں اور اسی موضوع پر کسی دوسری تصنیف میں ایک بیّن فرق یہ ہے کہ اس میں کتابُ اللہ، سُنّت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثارِ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اکابرِ اہل طریقت رحمہم اللہ کے آثار سے بھی بکثرت تمسک کیا گیا ہے۔

اور آخر میں ایک دلچسپ مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ جو شاہ صاحب اور ایک مداہن فی الشرع کے درمیان ہوا۔ خاتمہ پر وسیلہ کی بحث بھی ضمناً درج کر دی گئی ہے۔ تاکہ مضمون کا کوئی پہلو چھوٹ نہ جائے۔

اعتذار

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ تصنیف سے زیادہ مشکل کام کسی تصنیف کا غیر زبان میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کا اسلوبِ بیان اپنے حسن و خوبی میں جس قدر بے نظیر ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے مترجم بلا خوفِ لومۃ لائم کہہ سکتا ہے کہ اس کو واضح کرنے کا حق مترجم سے ادا نہیں ہو سکا۔ یہ کام تو کسی قابل اہل قلم کا تھا۔ مگر جذبۂ شوق نے فقیر کو اس کام پر ابھارا۔ اور آج بر سبیل تحدیث نعمت کہہ سکتا ہوں۔ اور اس کام کی تکمیل کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اس عاصی کو بخشی اور میں اس بارِ عظیم سے عہدہ برآ ہوا۔ جس کو میں اپنی خامیوں کے باوجود اٹھا چکا تھا

ناظرین سے اس قدر التماس ہے کہ انہیں جو خامی اس ترجمہ میں نظر آئے اس کو فقیر کی بے بضاعتی اور کم علمی پر محمول فرمائیں، ورنہ شاہ صاحب کی اصل تصنیف ایسی خامیوں سے پاک ہے شاہ صاحب کا تبحر علمی ایک امر مسلم ہے اور وہ اپنے اظہارِ کمال کے لئے میرے ایسے بے کمال کی مساعی کا رہینِ منت نہیں ہو سکتا۔

فقیر :- **محمد علی مظفری کان اللہ لہ**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

مُحَمَّدُكَ يَا مَنْ اَنْزَلْتَ الْكِتَابَ الَّذِيْ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِهٖ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاكَ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ مُقْتَدَى الْاَوْلِيَاءِ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ :۔ اس رسالہ کا نام بلاغ المبین ہے۔ اس میں آیات کلام الٰہی احادیث صحیحہ رسول علیہ السلام آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخبار اولیاء عظام کو اس امید پہ درج کیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر رحمت نازل فرمائے اور اس فتنہ کو دور فرمائے، جو ہندو مشرکوں کے ساتھ اختلاط و اُنس سے ہم میں صرف پیدا ہی نہیں ہو گیا۔ بلکہ پھیل بھی گیا ہے۔ اور جس کی وجہ سے مسلمان

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۱-۷-۱۲)	(اور ان میں سے اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ پر یقین لاتے ہیں تو اس حال میں لاتے ہیں کہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھیرائے جاتے ہیں
وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ	تاکہ حق کو حق کر کے دکھادے اور باطل کو باطل کر کے اگرچہ ظلم و فساد کے مجرم ایسا ہونا پسند نہ کریں

یہ خدائے کریم کا وعدہ ہے۔ یہ گمراہ کن فتنہ ایک سیاہی ہے۔ جس نے ان کے ٹیڑھے دلوں کو اندھا کر رکھا ہے اور نورِ خداوندی کے نہ ملنے کی وجہ سے توحید پرست ملت بیضا کو گمراہی کے گڑھے میں سر کے بل ڈالا ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ	یعنی جو شخص کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھیراتا ہے (اسکی مثال

السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (۲۲، ۲۳)

ایسی ہے) کہ گویا وہ بلندی سے گر پڑا پس اس کو اڑتے ہوئے جانور اچک لے جاتے ہیں۔ یا ہوا اس کو دور کسی غار میں پھینک دیتی ہے یعنی آوازہ حق سننے کے مقام سے بہت دور ہو جاتا ہے)

قبر پرستوں کے عادات

یاد رکھنا چاہیے کہ وہ فتنہ (جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے) قبر پرستی کی بیماری ہے۔ اور قبر پرستوں کو پیر پرست بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ قبر پرستی جیسے قبیح فعل کو فرض عبادت اور مسنون وظائف سے بہتر و افضل سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک قبر پرستی تو ہر قسم کی عبادت کا بدل ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسری کسی عبادت کو قبر پرستی کا بدل نہیں سمجھتے۔ جس دن کسی بزرگ کا عرس مناتے ہیں۔ اس کی قبر پر بکثرت اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور اسی دن عرس میں شامل ہونا فرض عبادت کی بجا آوری اور علوم دین کی تحصیل سے زیادہ ضروری یقین کرتے ہیں۔ اور اس کا بدترین نتیجہ یہ ہے کہ ہر دنیاوی مشکل کے لئے ان قبروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور جس طرح عاجزی اور انکساری اور خشوع وخضوع کا اظہار قبروں کے سامنے کرتے ہیں۔ اس کا دسواں حصہ بھی حاضر و ناظر خدا کے سامنے مسجدوں کے اندر اپنی نمازوں میں نہیں کرتے یہ لوگ قبر کے پاس صاحب قبر کا نام لے لے کر پکارتے اور دعا کرتے ہیں۔ ان سے اولاد اور رزق مانگتے ہیں۔ با ادب متوجہ ہو کر قبر کے پاس اعتکاف میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ان قبروں پر قیمتی غلاف اور لباس چڑھاتے ہیں۔ اور ان پر خوشبوئیں ملتے ہیں۔ چراغوں شمعوں اور قبروں کی سجاوٹ کے دیگر سامانوں کو ثواب سمجھ کر وہاں صرف کرتے ہیں، اور اس فضول خرچی اور اسراف سے صاحب قبر کی روح کی خوشی اور اس کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار افعال قبروں پہ جا کر کرتے ہیں۔ جو کہ تمام کے تمام مشرکان ہنود اپنے بتوں کے سامنے کرتے ہیں۔

آیت مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ کی تفسیر

جب یہ بدترین فتنہ (قبر پرستی) معلوم ہوگیا تو معلوم ہونا چاہیئے کہ آیت کریمہ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ میں جس کا ترجمہ اوپر ہو چکا ہے۔ چار باتوں کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۳) خَطْفُ الطَّیْرِ (۴) اِلْقَاءُ الرِّیْحِ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ (۱) اِشْرَاكُ بِاللّٰهِ

(۲) خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ

اشراک باللہ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیرانا یہ ہے کہ ان تمام صفات کو جو ذات باری تعؐ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مثلاً زندہ کرنا اور مار ڈالنا۔ اولاد بخشنا، روزی دینا اور پوشیدہ امور پر مطلع ہونا وغیرہ وغیرہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا بھی کر سکتا ہے۔ ورنہ ایسا کوئی شخص نہیں جو یہ کہے کہ خدا تعالیٰ کا شریک کوئی اور خدا بھی ہے۔

خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ اور اس کا آسمان سے گر پڑنا یہ ہے کہ دین توحید آسمان کی طرح ایک بلند مقام ہے جہاں پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی آفتاب عالمتاب کی طرح مومنوں کے دلوں کو منور کرتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار روشن ستاروں کی طرح فرزندان اسلام کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم روشن ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

پس جس نے دین توحید کو چھوڑ دیا۔ وہ گویا آسمان جیسے بلند مقام سے گر پڑا کا تما حرف تشبیہ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے جس سے اس کی خوبی اور لطافت ظاہر ہوتی ہے۔

خَطْفُ الطَّیْرِ خطف الطیر یعنی جانوروں کا اچک لے جانا یہ ہے کہ یہ شیاطین مشرکین

کو لے جانے کے لئے فضاء آسمانی میں تیرتے رہتے ہیں اور جس طرح چیل اور کوّے مُردہ ملخ کا شکار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ مشرکین کو اپنا شکار بناتے ہیں۔

مشرک دو قسم کے ہوتے ہیں

لیکن یہاں ایک اور بات قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ مشرک دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو جن پر دنیا میں صریح اور صاف شرک کا حکم لگا سکتے ہیں اور دوسرے وہ جو قیامت کے روز مشرکین کے زمرہ میں شمار ہوں گے۔ تو خطف الطیر کی تمثیل میں پہلی قسم کے مشرکین کا ذکر ہے جو شیاطین کے قبضہ میں پورے پورے آچکے ہیں اور تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ میں دوسری قسم کے مشرکین کا ذکر ہے اور وہ ہوا نفسانیت کی ہوا ہے کہ اکثر منافقوں کی ہلاکت و موت کا موجب ہو جاتی ہے اور دوسری جگہ اہل نفاق کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ (بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے
مِنَ النَّارِ (۴ ، ۱۴۴) طبقہ میں ڈالے جائیں گے)

پس اس امر پہ بھی غور کرنا چاہیئے۔ کہ ریح سے مراد نفس پرستی کی ہوا ہی ہے تو پھر مکان سحیق سے کیا مراد ہے۔ جہاں خواہشات نفسانی کی ہوا لے جا کر پٹک دیتی ہے جہاں سے انسان باہر نہیں آسکتا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مکان سحیق سے مراد مقامِ تقلید ہے جہاں پہنچ کر کہا جاتا ہے۔

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے
آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۴۳ : ۲۳) اور ہم بھی انہیں کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔

حقیقت ظلم

جب معلوم ہو گیا کہ شرک وہ بلائے بد (ظلم عظیم) ہے۔ جس کا پھل ہمیشہ ہلاکت و تباہی ہوتا ہے تو صاف بدعات و محدثات سے جو شرک کا مقدمہ اور شجر ہیں۔ پوری پوری قوت اور انتہائی ہمت کے ساتھ پرہیز اور علیحدگی اختیار کرنی چاہئے کیوں کہ ظلم کی بنیاد گو ابتداء میں تھوڑی تھی لیکن آنے والی نسلیں اس پہ ہمیشہ اضافہ کرتی رہیں۔

قصہ ہابیل وقابیل

آدم علیہ السلام کی جس قدر اولاد پیدا ہوتی تھی تمام کی تمام احکام الٰہی کی فرمانبردار اور آپ کی پیرو تھی سب سے پہلا فساد جو عالم انسانیت میں ہوا اس کا سبب حرام کی طرف رُجحان و میلان تھا۔ کہ قابیل نے خلافِ دستور اپنی توام بہن کو اپنے نکاح میں لینا چاہا۔ اور ربُّ العٰلمین کی نافرمانی کا داغ اپنی پیشانی پر لگایا۔ جب بدکاری اور ہوائے نفس کا جذبہ اُس کے دل پر غالب آ گیا تو ارتکاب معاصی کی خاطر اُس نے اپنے حقیقی بھائی کو قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم فرمایا۔ کہ جب کبھی دنیا میں قتل ناحق کا ارتکاب ہوگا۔ اس کے مطابق قاتل کا جرم اور بوجھ قابیل کے اعمال نامہ میں بھی لکھا جائیگا

بت پرستی کی ابتداء

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے معاً بعد آپ کے فرزندِ نامدار حضرت شیث علیہ السلام باپ کی وصیت کے مطابق قائمقام بنے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے نبی ہوئے۔ جب ان کا بھی انتقال ہُوا۔ تو بقول بعض اسی وقت تصویر پرستی کی بنیاد پڑ گئی۔ اور بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ ان کے بعد بھی ان کی اولاد میں رشد و ہدایت کا منصب باقی تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ادریس علیہ السلام جو حضرت شیث علیہ السلام کے مکرم پوتوں میں سے تھے۔ حضرت شیث علیہ السلام کے زمانۂ نبوت کے بعد خلعت نبوت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ کو کئی قسم کے علوم عطا ہوئے حتیٰ کہ علمِ نجوم بھی آپ ہی کی ذات سے شروع ہُوا۔ اور جب آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان کے راستہ سے جنت میں داخل فرمایا تو آپ کی قوم کے دل میں آپ کی زیارت کا بیحد شوق پیدا ہُوا۔ حتیٰ کہ آپ کی جدائی کے صدمہ سے بعض لوگ حیران و پریشان ہو گئے اسی اثنا میں شیطان لعین جو انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ آپ کی اولاد یا بعض احباب اور معتقدین کے پاس انسانی شکل میں حاضر ہُوا۔ اور کہا۔

میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی روشن و مبارک شکل کو خوب دیکھا ہوا ہے۔ اور مصوری کی صنعت میں بھی کمال کو پہنچا ہُوا ہوں۔ اگر اشارہ ہو تو آنحضورؑ کی تصویر بنا دوں۔ تاکہ اس تصویر کو ان کے خلوت کے کمرہ میں بحفاظت رکھو۔ اور ایک عمدہ یکساں طول و عرض والا آئینہ اس پر لگا دیا جائے اور لوگوں میں منادی کر دی جائے۔ کہ وہ اس جگہ حضرتؑ کی زیارت

کے لئے آئیں۔ پس وہاں لوگ آتے تھے اور نذر و نیاز لاتے تھے۔ اور اس تصویر کی
کو دیکھ کر وجد اور شوق کا اظہار کرتے تھے۔ وہ لوگ جو راہ راست اور ہدایت خداوند
سے بہرہ ور تھے ان ناجائز باتوں سے روکتے تھے۔ اور خود اللہ تعالیٰ کے دین کے سید
راہ پر ڈٹے رہے لیکن مشیت ایزدی کا اقتضا یہ ہے کہ اس دنیا میں خیر کے ساتھ شر کا
بھی قائم رہے۔ اس لئے نیکو کاروں کی مزاحمت نے بدکاروں کے دل پر کچھ اثر نہ کیا۔ پھر
ہوتے ہوتے اس قوم میں بت پرستی اور قبر پرستی ظاہر ہونے لگی چنانچہ صالح لوگوں کی وفا
کے بعد ان کی تصویروں کی پرستش کرتے تھے اور ان بتوں کے نام ان بزرگوں کے نا
پر رکھتے تھے اور بتوں کی تعظیم و تکریم کو بزرگوں کی تعظیم و تکریم شمار کرتے تھے۔ سورۂ نو
میں ہے:۔

لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا	(اپنے معبودوں کو بالخصوص ودّ سواع یغوث و
يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۷۱ : ۲۳)	یعوق اور نسر کو مت چھوڑو)

اس آیت کی شرح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر بزرگانِ سلف فرماتے ہیں۔ ودّ، سواع وغیرہ نیک لوگوں کے نام ہیں جو قوم نوح میں ہو گزرے ہیں جب ان بزرگوں میں سے کوئی مر جاتا تو لوگ ان کی قبروں پر اعتکاف کرتے، ان سے حاجتیں طلب کرتے آہستہ آہستہ ان کے معتقدوں نے ان کے مجسمے اور بت بنا لئے اور پرستش شرو کر دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ نوحؑ میں ان بتوں کے متعلق فرماتا ہے:۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا	(حضرت نوحؑ نے کہا اے میرے رب! انہوں نے میری
مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۝	نافرمانی کی اور اس کی پیروی کی جس کو مال اور اولاد
وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ	نے نقصان ہی بڑھایا۔ اور انہوں نے بڑے بھاری
اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا	حیلے کئے اور کہا اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور ودّ
وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا	کو نہ چھوڑو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق
كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝	اور نسر کو اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور تو ظالموں کی ہلاکت ہی بڑھا

غرض جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ قبر پرستی تصویر پرستی اور قبور و تصاویر کی حد سے

زیادہ تعظیم کرنا شرک کی بنیاد ہے تو ان سب بے اصل گمراہیوں، بدعتوں اور رسم پرستوں سے بچد بچنا چاہیئے اور ان باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرنی چاہیئے جو قبر پرستی کی اشاعت کے لئے بمنزلہ تمہید کے ہوتی ہیں۔ بزرگوں کے متعلق خوابیں اور مکاشفات جو عوام میں ہندی قبر پرستوں کی طرف سے پھیلائی جاتی ہیں۔ اور خدائے ذوالجلال کے کلام کی صریح مخالف ہوتی ہیں

صحت کا معیار

یاد رہے کہ امور دینیہ کی بنیاد تین چیزوں پر ہے آیاتِ محکمات جو کہ قرآن کلام خدا ہیں۔ احادیثِ صحیحہ جو کہ حقانی کلام ہیں اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم جو بات ان تینوں یا تینوں میں سے کسی ایک کے خلاف ہوگی اسے مردود سمجھنا چاہیئے اور اس پر کبھی عمل نہ کرنا چاہیئے جب معلوم ہو گیا کہ ان تینوں اصولوں کے برخلاف بات مدد کرنے کے قابل ہے۔ تو قبر پرستی کی بیماری کی اصل بھی ان تینوں میں تلاش کرنی چاہیئے اگر ممانعت ثابت ہو جائے۔ تو چھوڑ دیں۔ کیونکہ جان لینے کے بعد گمراہی کا راستہ اختیار کرنا بدترین بدبختی اور کھلی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشَاوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۴۵ : ۲۵)

(سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اس علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے اسکے دل اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پس ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کر دینے کے بعد کون ہدایت کرے۔ کیا تم عبرت نہیں پکڑتے)

اندھی محبت کا فتنہ

تاریخ و تفسیر کی معتبر کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ انبیا علیہم السلام کے تشریف لے جانے کے بعد جس چیز نے بنی اسرائیل کو برباد کیا وہ اندھی محبت کا فتنہ تھا۔ یہود نے اپنے احبار کو جو اُن کے علماء اور ارشاد و ہدایت کے منصب دار تھے اپنا رب اور حاجت روا بنا لیا۔ اور نصاریٰ نے اپنے مشائخ کو جو زاہد تھے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو جو نبی تھے۔ یہودیوں کی مانند أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مقرر کر لیا۔ چنانچہ ہر مصیبت اور مہم میں یہود نے اپنے احبار کی طرف اور نصاریٰ اپنے مشائخ اور رہبان کی طرف رجوع کرتے اور

جو کچھ وہ ان کو فرماتے وہی بجالاتے اور کبھی غور نہ کرتے کہ احبار و رہبان کا فرمان احکام الٰہی کے موافق بھی ہے یا نہیں حالانکہ ان کے پیغمبروں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو معبود واحد کی عبادت کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

اللہ کے سوا غیر کو ربّ بنا لینے کی تشریح

بنی اسرائیل کی عادات میں ذکر آتا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو سجدہ بھی کیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایسے افعال کو شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ
اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۹-۳۱)

(ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا پروردگار بنا لیا اور مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ کو بھی حالانکہ انہیں جو کچھ حکم دیا گیا تھا۔ وہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک خدا کی بندگی کریں کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی اسکی پاکی ہو اس شرک سے جو یہ اس کی ذات میں ٹھیرا رہے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے افعال کو شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔ پس معلوم ہو گیا جو کوئی مذکورہ بالا کام کریگا۔ اسے مشرک کہنا بھی درست ہے یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اس زمانے میں کہتے ہیں کہ پیر صاحب کے ہر حکم کی اطاعت فرض ہے۔ خواہ وہ حکم شریعت کے مخالف ہو۔ اور اس کی تائید میں حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازی شعر کو حقیقت مان کر بطور سند پیش کرتے ہیں ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

تو حقیقت میں یہ لوگ بھی بنی اسرائیل کے مشرکوں کی طرح شرک کی وادی میں بھٹک رہے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بھی توبہ اور استقامت نصیب کرے۔

بنی اسرائیل پر کیوں لعنت ہوئی

یہود و نصاریٰ کی یہ عادت تھی۔ کہ نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو معابد کی طرح سمجھتے تھے اور بزرگوں کے قبرستان میں مساجد بنانا اور عبادت کرنا بہ نسبت کسی دوسری جگہ کے افضل جانتے تھے۔ مقابر پر روشنی کرے، ان کا طواف کرتے، ان کو سجدہ کرتے، ان کو مزین اور آراستہ رکھنے، ان پر خوشبوئیں جلاتے اور ان میں نماز پڑھنا ضروریاتِ دین میں سے سمجھتے تھے ان ہی کے متعلق سرورِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ حدیث

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِھِمْ مَسَاجِدَ ؕ

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

صحاح اور مصابیح میں مسطور ہے۔ صاحب مجالس الابرار نے بھی اس حدیث کو اس گروہ کے رد میں تحریر فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ پر اسلئے لعنت فرمائی کہ وہ انبیاء کرام کی قبروں پر نماز پڑھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ قبروں میں یا قبروں کی طرف سجدہ کرنا دفن شدگان کی تعظیم کے لئے ہے۔ حالانکہ یہ شرک جلی ہے۔ نیز وہ لکھتے ہیں۔ اور بزرگانِ دین کی قبروں میں نماز پڑھنے سے مقصود اگر یہ ہو۔ کہ نماز کی حالت میں بزرگوں کا قرب حاصل کرنے کے لئے ان کی قبروں کی طرف متوجہ ہونا دو گونہ عبادت ہے ایک پرستشِ الٰہی دوسرے تعظیم بزرگان تو یہ شرک خفی ہے قوم نوح علیہ السلام میں سجدہ تعظیم ہی سے صنم پرستی شروع ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اس بارے میں اوپر گذر چکی۔ جو وَدًّا وَّسُوَاعًا وَّیَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا کے متعلق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا۔ صحاح میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا

میری قبر کو بت مت بنانا۔

اور جناب الٰہی میں بھی دعا فرماتے تھے

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ

یاالٰہی میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اسکی پرستش ہونے لگے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ وثن کا لفظ صنم سے زیادہ عام ہے۔ کہ علماء نے وثن کا اطلاق صورت دونوں پر کیا ہے۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ جس قبر کی پرستش کی جاوے۔ وہ بھی وثن کے حکم میں داخل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وثن کی پوجا سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:-

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

اوثان کی پلیدی سے بچو۔

حضرت ابوبکر بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ محدثین سلف میں سے ہیں اپنی تصنیف میں ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص مدینہ منورہ میں گنبد خضرا کے پاس کھڑا ہو کر کچھ کہہ رہا تھا۔ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام نے اسے دیکھ کر منع کیا۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا — میری قبر کو بت نہ بنانا۔

حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ بات یقینی اور واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ قبروں کے سامنے ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ کی جائے جو بت پرست اپنے بتوں کے سامنے کرتے ہیں۔ کیونکہ قبروں کے سامنے ایسی حرکات کرنے کے بعد وہ قبریں اوثان کی حد میں داخل ہو جاتی ہیں اور اس سے بچنا ضروری ہے خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جن کا طریقہ سراسر سنت کے مطابق ہے فرماتے ہیں۔

تو تا کے گور مرداں را پرستی — بگرد کار مرداں کن درستی

آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو عادت تھی کہ جس کام سے انہیں شرک خفی کی بھی بو آتی اس سے نہایت کوشش کے ساتھ پرہیز فرمایا کرتے، پھر قبر پرستی جیسے باطل فعل کی تائید میں کوئی قول یا فعل ان سے کیسے مروی ہو سکتا ہے اس کے برعکس ان کا ہر قول و فعل قبر پرستوں کے ہر خیال کی پر زور تردید کر رہا ہے۔

پہلا واقعہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ایک دفعہ سخت خشک سالی کا سامنا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ رض کرام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دعائے استسقاء کے لئے مدینہ منورہ گئے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنا کر دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِیِّكَ وَنَحْنُ — اے اللہ ہم اپنی دعاؤں میں تیرے نبیؐ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے
الْاٰنَ نَتَوَسَّلُ بِعَمِّ نَبِیِّكَ — اب ہم تیرے نبیؐ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ثابت ہوا کہ آپ نے غائب اور گزشتہ کو وسیلہ بنانا جائز نہیں ٹھیرایا۔ ورنہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل نہ تھے۔ کیوں نہ کہہ دیا۔ کہ پہلے ہم تیرے پیغمبر کو وسیلہ قرار دیا کرتے تھے اور اب ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو وسیلہ پکڑتے ہیں۔

دوسرا واقعہ

مکہ معظمہ کی راہ میں ایک کیکر کا درخت تھا۔ اس درخت کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد پر بیعت لی تھی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ لوگ اس درخت کے پاس اہتمام سے جاتے اور اس کے نیچے نوافل پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے اس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا تاکہ فتنہ بند ہو اور شرک نہ پھیلے۔

تیسرا واقعہ

مکہ مکرمہ کے اسی راستے میں ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو ایسی جگہ نوافل پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتفاقاً ایک بار سفر کی حالت میں نماز پڑھی تھی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس سے بھی روکا اور فرمایا۔

اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِمِثْلِ ذٰلِكَ
كَانُوْا يَتَّبِعُوْنَ اٰثَارَ الْاَنْبِيَاءِ

تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔ کہ تمہارے اس
کی طرح انبیاء کے نشانات کی پیروی کرتی تھیں۔

یعنی جس جگہ لوگ پیغمبروں کے نشانات دیکھتے تھے اسے متبرک و مقدس سمجھنے لگ جاتے تھے۔

منقوشہ پتھر بالکل جھوٹے ہیں

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ جو لوگ آج کل منقوشہ قدم اور پتھر کے گھڑے ہوئے پنجے کسی مقام پر گاڑ دیتے پھر انہیں زیارت اور نذر و نیاز کا محل قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کا ہاتھ اور فلاں بزرگ کا پاؤں ہے۔ ان کا یہ فعل پیغمبروں کی سنت اور صالحین کے طریقہ کے سخت مخالف ہے بھلا جس صورت میں ان کی محض زیارت و تعظیم ہی سنت کی شدید ترین

مخالفت ہو توان سے دعا و التجا کرنا یا حاجت روائی چاہنا کس درجہ کی گنہگاری ہوگی ماشہ یہ ایسا ناپاک عمل ہے جو فلاح اخروی کے قطعاً منافی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۷۹۱۵)

مسلمانو! بلاشبہ شراب جوا بت معبود ان باطل کے نشان اور پانسے ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ ان سے بچو۔ تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو

نصب کی تشریح

مفسران کرام انصاب کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اَلْاَنْصَابُ جَمْعُ نُصُبٍ بِضَمَّتَیْنِ اَوْ جَمْعُ نَصْبٍ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَسُكُوْنِ الصَّادِ وَهُوَ كُلُّ مَا نُصِبَ وَعُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ شَجَرٍ اَوْ حَجَرٍ اَوْ قَبْرٍ اَوْ غَیْرِ ذٰلِكَ ط

انصاب، نصب کی جمع ہے۔ خواہ نون اور صاد دونو مضموم ہوں یا نون مفتوح اور صاد ساکن اور نصب (اللہ تعالیٰ کے سوا) ہر وہ چیز ہے جس کو زمین میں گاڑ کر پوجا جائے خواہ وہ درخت ہو۔ یا پتھر اور قبر وغیرہ

اس آیۃ کریمہ کو اسی تفسیر اور انصاب کی اسی تشریح کے ساتھ صاحب مجالس الابرار اپنی کتاب میں قبور پر نماز پڑھنے۔ ان سے استمداد و استعانت چاہنے اور ان پر چراغاں کرنے کی ممانعت کے بیان میں لائے ہیں لکھتے ہیں۔

وَالْوَاجِبُ هَدْمُ ذٰلِكَ كُلِّهٖ وَمَحْوُ اَثَرِهٖ كَمَا اَنَّ عُمَرَ بَلَغَهٗ اَنَّ النَّاسَ یَتَنَابُوْنَ الشَّجَرَةَ الَّتِیْ بُوْیِعَ تَحْتَهَا بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلَیْهَا فَقَطَعَهَا۔

ایسی تمام باطل چیزوں کا ڈھا دینا اور نشان تک مٹا دینا واجب ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ لوگ قصداً اس درخت کے پاس جاتے ہیں جسکے نیچے خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر (جہاد کیلئے) بیعت کی تھی تو آپ نے ایک شخص کو کہہ کر اس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا

یہ روایت تمام ایسی چیزوں کے مٹا دینے کے عین موافق ہے۔ جن کے معبود بن جانے کا اندیشہ ہو۔

مصنف مذکور اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سلوک اس درخت کے ساتھ کیا۔ جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے (جہاد پر) بیعت لی تھی۔ اور جس درخت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (۴۸، ۱۹)

(بیشک اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہو گیا۔ جب یہ لوگ تیرے ساتھ پر اس درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے)

تو اس درخت کے علاوہ اُن چیزوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا لازم ہو گا جو انصاب میں داخل ہیں اور جن کے سبب سے (عالم اسلام میں) ایک فتنۂ عظیم برپا ہے۔ اور ایک سخت مصیبت پیش آ چکی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو گرا دیا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بڑھ کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد ضرار کو گرا دینا ہے۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ تمام ایسی عمارتوں کو گرا دینا ہے۔ جو فتنہ و فساد کے لحاظ سے مسجد ضرار کے برابر یا بڑھ کر ہوں جیسے قبرستان کی مسجدیں وغیرہ اسلام کا حکم ایسی عمارتوں کے متعلق یہی ہے کہ ان کو گرا کر سطح زمین کے برابر کر دیا جائے۔ ایسے ہی ان قبوں کا گرا دینا واجب ہے۔ جو قبروں پر بنائے گئے ہوں۔ کیونکہ ان کی بنیاد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت اور نافرمانی پر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس عمارت کی بنیاد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت پر ہو اس کا ڈھا دینا مسجد ضرار کے ڈھا دینے سے کس قدر اولیٰ و انسب ہو گا۔ نیز ایسی عمارت کے گرا دینے کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں پر قبے بنانے سے منع فرمایا ہے اور ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں۔ غرض ہر ایسی چیز کے گرا دینے میں جلدی کرنا واجب ہے۔ جس کا بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اور جس کا بنانے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ملعون ہے۔

قبر پر سے چراغ اور قندیل کا اٹھا دینا اسی طرح قندیلوں اور چراغوں کا اٹھا دینا بھی واجب ہے۔ جو قبروں پر روشن کیے جائیں اس لئے کہ قبروں پر چراغ جلانیوالوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لعنت فرمائی ہے اور جس فعل پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی اس کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔

ایسی نذر معصیت ہے ایسے ہی موقعہ کے متعلق علماء نے کہا ہے۔ کہ قبروں کیلئے چراغ اور روغن وغیرہ کی نذر ماننا ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ معصیت ہے اس کا پورا کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی شخص ایسی نذر مان کر اسے پورا بھی کر دے تو اس پر کفارۂ قسم کی مانند کفارہ دینا لازم آتا ہے۔ پھر یہ بھی جائز نہیں کہ تیل وغیرہ کی قسم کی کوئی چیز قبروں کے لئے وقف کی جائے کیونکہ ایسا وقف نہ تو صحیح وقف ہے۔ اور اس کا قائم و نافذ ہونا بھی حلال نہیں (انتہی کلامہ)

چوتھا واقعہ معلوم ہو۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جن کے حق میں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

لَوْكَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ۔ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے

وہ فتنہ قبر پرستی وغیرہ جو گذشتہ اقوام اور ہماری قوم میں شرک کا سرچشمہ بن رہا ہے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول اور عمل سے اس طرح ملیا میٹ کر دیا۔ کہ موحد مسلمان کے ذہن میں اس کا کوئی تصور بھی باقی نہ رہ گیا۔ جس میں مبتلا ہونے کا خوف ہو سکتا۔

صحیحین میں عاص بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے جو بعض کی رائے میں صحابی اور بعض کے نزدیک تابعی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق علاوہ ان امور کے جن کا ذکر ہو چکا ہے اور جو تیز تلوار کی طرح اس شر کا قلع وقمع کرتے ہیں۔ ایک روایت میں درج ہے۔

قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

(عاص بن ربیعہ) نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے فرما رہے تھے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ۔

علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا

پس حجر اسود کا یہ حال ہے جو خدا نے بہشت سے اتارا اور بیت اللہ شریف کے کونہ میں نصب کیا گیا۔ تو دوسرے پتھروں درختوں اور مقبروں کی کیا حقیقت ہے جو شرف و مزیت میں اس کے سامنے حقیر و بے حقیقت ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ جو تمام تر ہدایت ہیں یہ بات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ حجر اسود کے چھونے یا چومنے سے قبروں وغیرہ کو چھونے یا چومنے کی دلیل لینا قیاس مع الفارق ہے اور عقل اسے ٹھکرانی ہے اور حجر اسود کا چھونا یا چومنا محض سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کی خاطر جاری کیا گیا ہے

آپ کے اس ارشاد میں ایک اور بھی اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص حجر اسود میں نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت تسلیم کرے اور اس وجہ سے خوف یا طمع دل میں رکھ کر اس کی تعظیم کرے یا اس کو بوسہ دے تو یہ شرک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی

صحیحین میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ

لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ ؕ

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو رکن یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے سوا کعبہ کی کسی اور چیز کو بوسہ دیتے نہیں دیکھا

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکن یمانی کو چوما جمہور کا بھی یہی خیال ہے۔ رکن شامی کے چومنے میں البتہ کلام ہے۔ لیکن اس پر بھی شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ صرف حجر اسود کو چومنا چاہیے اور رکن یمانی کا چھونا ہی کافی ہے۔

محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں زبیر بن عربی تابعی سے ایک روایت لائے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حجر اسود کو چومنے کے متعلق سوال کیا۔ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَ
سَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسے چھوتے اور چومتے دیکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ قرون اولیٰ میں مسلمان شرک خفی سے بھی اس قدر ڈرتے اور عقیدۂ

توحید پر قائم رہنے کے لئے اس قدر اہتمام کیا کرتے تھے۔ کہ حجر اسود کو چومنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء سے دریافت کر لیا کرتے تھے اور جب انہیں ایسا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ثابت ہو جانا۔ تو اسے چومتے تھے۔

مگر افسوس آج کل مسلمان بالکل بے باک ہو کر صراط مستقیم چھوڑ کر اور ٹیڑھی راہ اختیار کرتے ہوئے نہیں گھبراتے۔ وہ جس پتھر اور مقام کی نسبت سن پاتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی یادگار ہے اسی پر جھک جاتے اور دور دور دراز مقامات سے اس کی زیارت کے لئے اور حاجت روائی کی خاطر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر اس پر شیرینی پھول اور خوشبوئیں چڑھا کر اس شخص کا قرب ڈھونڈھتے ہیں۔ جسکی طرف اس چیز کی نسبت ہو۔ اسی طرح تسبیح کو خاکِ شفا اور صحت بخش جانتے ہیں اور پیر کے عصا کو پیر کا قائمقام سمجھتے ہیں۔

عصائے موسیٰ علیہ السلام

یہ بات مشہور و معروف ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کی کبھی تعظیم نہیں کی نہ ہی لوگوں کو اس کی زیارت کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام کی معرفت ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے ملا تھا۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ آپ نے اس عصا کے متعلق صرف اسی قدر فرمایا۔

هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا
عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ (۲۰ : ۲۰)

یہ میری لاٹھی ہے اسکا سہارا لیتا ہوں اسی سے اپنی بکریوں کیلئے درختوں کے
پتے جھاڑ لیتا ہوں اور میرے لئے اسمیں اور بھی طرح طرح کے کام ہیں

مگر آج کل پیر کے عصا و نعلین جبہ و دستار یا کلاہ و تسبیح میں سے کوئی چیز مرید کے ہاتھ پڑ جائے تو مرید اس کو بلند مقام پر نصب کر دیتے ہیں۔ عوام کیلئے اسے زیارت کی چیز بنا دیتے ہیں اور اس جگہ کا نام درگاہ شریف رکھ دیتے ہیں۔

بدعتیوں کا طریق اشاعت

پھر کوئی تو کہتا ہے۔ صاحب مجھے فلاں بزرگ کی گودڑی سے وہ فیض ملا ہے جو زندہ بزرگوں سے ہرگز نہیں مل سکتا اور کوئی کہتا ہے۔ اجی! فلاں پیر کا جبہ پہنے ہوئے جو کیفیت مجھ پر طاری ہوتی ہے وہ کسی دوسرے وقت دیکھنے میں نہیں آتی۔

پھر ان مریدوں میں سے اکثر تو ان اشیاء کو عطر اور خوشبوئیں لگا کر ہمیشہ سنبھالے رکھتے ہیں۔

بعض کبھی کبھی تبرک جان کر ان چیزوں کو استعمال بھی کر لیتے ہیں۔ اور بعض (جو ہوشیار مرید ہوتے ہیں) سال میں ایک دن ان کی زیارت کیلئے مقرر کرتے ہیں۔ اور اس روز ان چیزوں کی طرف تکلف سے متوجہ ہو کر بیٹھتے ہیں۔ اور یہ ساری تعظیم وتکریم کو منسوب الیہ بزرگ کی خوشنودی ورضامندی کا باعث یقین کرتے ہیں۔

تنبیہ مخفی نہ رہے کہ اشیائے بزرگاں کی تعظیم وتکریم فوراً ہی کفر وشرک کا موجب نہیں بن جایا کرتی۔ یہ مرض آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے۔ اور جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو طبیعت میں شرک کے ساتھ منافقت بھی پیدا کر دیتا ہے جسکا اظہار اسوقت ہوتا ہے۔ جب کوئی عالم ربانی ان کو ان کی تعظیم کرنے سے روکتا ہے۔ اسوقت یہ لوگ عذر اور حیلے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم سے ایسی حرکتیں غلبۂ محبت کی وجہ سے صادر ہوتی ہیں اور علمائے ربانی کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ یہ لوگ معرفت سے نابلد اولیاء اللہ سے ناواقف اور ان کی کرامتوں کے منکر ہیں۔ یہود نے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت عزیز علیہ السلام کا منکر کہا تھا۔ اور عیسائی اسی طرح مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منکر کہتے ہیں اور ان گمراہیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں کا قصور فقط اسقدر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تھے اور مسلمان کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے تھے بیٹے نہیں تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ گمراہ لوگ قدرتی طور پہ حق پرستوں کو بدنام کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اس لئے ان کے خلاف لوگوں میں نفرت پیدا کرنے کے لئے مشہور کرتے ہیں کہ یہ گروہ فلاں بزرگ باکرامت کا منکر ہے۔

چنانچہ مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو صابی یعنی بے دین کہتے تھے اور ملت ابراہیمی کے منکر شمار کرتے تھے۔ لیکن اہل بصیرت پر لازم ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں محفوظ طریقہ اختیار کریں اور ایسی راہ نہ چلیں جس کا نتیجہ شرک وبدعت ہو۔ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سچے متبعین کی سنت رہی ہے (چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے)۔

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اور میں ان چیزوں سے کیونکر ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا جبکہ

اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ
سُلْطَانًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ
تَعْلَمُوْنَ (٦ : ٨١)

تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کیساتھ چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

مقام ابراہیم علیہ السلام

وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر کرتے تھے (اور بقول بعض) جو دیوار کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہوتا گیا۔ اور تمام عمارت میں کسی دوسرے پتھر کی ضرورت ہی نہ پڑی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونو قدموں کی انگلیوں کے نشان اس میں پڑ گئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلرُّكْنُ وَالْمَقَامُ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَاقُوْتِ
الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْلَا ذٰلِكَ
لَاَضَاءَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ط

رکن یمانی اور مقام ابراہیم جنت کے دو موتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی چمک دمک بجھا دی ہے اگر ایسا نہ کرتا تو مشرق و مغرب ان کے نور سے ہر وقت منور رہتے۔

اس پتھر کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقام ابراہیم رکھا ہے اور اس جگہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ط
(پ۱ - سورۃ البقرہ)

(اور ہم نے حکم دیا کہ) ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونیکی جگہ ہمیشہ کیلئے نماز کی جگہ بنائی جائے۔

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھا کرتے تھے غرض اس پتھر کی بابت کہیں بھی مذکور نہیں کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے کسی ایک نے اس پر ہاتھ پھیرا یا اسے کسی وقت بوسہ دیا ہو۔ ہاں اس کے بالعکس ان باتوں سے ان کا انکار کرنا ضرور مروی ہے

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک ایسے گروہ کو دیکھا جو مقام ابراہیمؑ کو چھو رہے تھے۔ آپ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

دیکھو! خدا نے تمہیں اس کو چھونے کا حکم نہیں دیا، اس کا حکم تو صرف اس قدر ہے کہ اس کے قریب نماز گذارو۔

اسی طرح صاحب مجالس الابرار نے عربی میں لکھا ہے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ تحقیق سلف

نے اس پتھر پہ ہاتھ پھیرنے سے بھی منع کر دیا جس پر خدا نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ازرقی نے آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی کی شرح میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں کو مقام ابراہیم علیہ السّلام پر صرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اس کو چھونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر لکھا ہے کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حجر اسود کے سوا (کعبے کی) کسی چیز کا چھونا اور چومنا جائز نہیں بجز رکن یمانی کے کہ اس کو بھی چھونا صحیح ہے۔ چومنا صحیح نہیں۔

شیاطین کا ڈھنگ

لیکن شیاطین کا ڈھنگ ہی جیسا کہ ذکر ہو چکا نرالا ہے، وہ ہر زمانہ اور مقام میں پہلے تو ایک بزرگ کی قبر کو تعظیم کے لئے چن لیتے ہیں۔ پھر اس کو اللہ کے سوا عبادت اور بندگی کے لئے بت بنا ڈالتے ہیں۔ اور اپنے ہم نشینوں میں اس امر کی اشاعت کرتے رہتے ہیں کہ جو شخص اس کی پوجا سے روکے یا اس پر اجتماع کرنے سے منع کرے وہ در حقیقت اس بزرگ کی بے عزتی کرنا چاہتا اور اس کے حق کو تلف کرنا چاہتا ہے پس (اس پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہوتا ہے) کہ وقت کے جاہل لوگ ان غیر اسلامی حرکات سے روکنے والوں کے قتل کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کی تکفیر اور سزا کے درپے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا اس کے سوا اور کوئی جرم نہیں ہوتا کہ وہ اس بات کا حکم دیتے ہیں جس کا اللہ اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اور ایسی بات سے روکتے ہیں جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ چند باتوں نے ان قبر پرستوں کو اس فتنہ میں ڈالا جن میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی اس علت غائی سے جہالت و بے خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق کی تحقیق اور شرک کے اسباب کی بیخکنی کیلئے بھیجا ہے۔ پس جن لوگوں کو علم کا حصہ بہت کم ملا ہوتا ہے جب ان کو شیاطین قبر پرستی کے فتنہ کی طرف بلاتے ہیں تو چونکہ ان کے پاس اس قدر علم نہیں ہوتا کہ ان کی دعوت کو رد کر سکیں۔ اس لئے قبول کر لیتے ہیں اور جو کچھ جہالت و کم علمی ہوتی ہے۔ وہ محفوظ رہتی ہے۔

جھوٹی حدیثیں

منجملہ ان دلائل کے جو یہ لوگ قبر پرستی کے حق میں پیش کرتے ہیں ایسے ایسے اقوال ہیں جو بت پرستوں کی طرح انہوں نے خود گھڑ لئے ہیں اور معتبر بنانے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ مثلاً یہ جھوٹی حدیث کہ۔

(۱) إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا بِأَهْلِ الْقُبُورِ، یا یہ حدیث وضعی کہ۔

(۲) إِذَا أَعْيَاكُمُ الْأُمُورُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ، یا یہ جھوٹی حدیث کہ۔

(۳) لَوْ حَسَّنَ أَحَدُكُمْ ظَنَّهُ بِحَجَرٍ لَنَفَعَهُ

ایک بڑی غلط فہمی یہ اور اس قسم کی اور بے شمار جھوٹی حدیثیں ہیں جو اصول دین کے (جو کہ ان قبور کے بتوں کی عبادت کرنیوالوں سے جاہل اور گمراہ لوگوں میں مشہور ہوگئی ہیں) جاہل اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلئے بھیجا تھا کہ پتھروں اور درختوں سے نفع وضرر کا اعتقاد رکھنے والوں کو قتل کردیں پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں کو قبروں کے ساتھ نفع وضرر کا اعتقاد رکھنے سے ہمیشہ روکا ہے۔

اسی طرح قبر پرستوں نے جو من گھڑت حکایتیں اپنی تائید کے لئے مشہور کر رکھی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص مصیبت میں مبتلا تھا۔ جب فلاں قبر والے سے مدد مانگی تو مصیبت سے نجات پائی۔ فلاں شخص پر آفت نازل ہوئی۔ اس نے فلاں جگہ پہنچ کر صاحب قبر سے دعا مانگی۔ پس صاحب قبر نے اس کی تکلیف کو رفع کر دیا اور فلاں شخص نے اپنی حاجت برآری کے لئے دعا مانگی اس کی حاجت پوری ہوگئی۔ ان خادموں اور مجاوروں کے پاس ایسی ایسی باتیں ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے۔

الغرض یہ لوگ خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ جھوٹے ہیں اس لئے کہ مردہ اور زندہ دونوں کی طرف جھوٹ منسوب کرتے رہتے ہیں انسانی طبیعت نفع کی طالب اور ضرر سے خائف واقع ہوئی ہے اور انسان اپنی ضروریات کے حل کے لئے بے چین رہتا ہے اور خصوصاً جب تکلیف

تراجم احادیث وضعی

(۱) جب تمہیں کسی امر میں پریشانی پیش آئے تو اہل قبور سے مدد طلب کرو۔

(۲) جب تم مشکلات میں پھنسو تو اہل قبور کا دامن پکڑنا لازم سمجھو۔

(۳) تم میں سے اگر کسی کا پتھر پر بھی اعتقاد ہو۔ تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

پہنچتی ہے۔ تو جلد از جلد اس سے نجات پانے کا ہر شخص خواہشمند ہوتا ہے۔ اور ہر طریق سے خواہ براہی ہو علاج چاہتا ہے۔ ہر مصیبت زدہ جب یہ سُن لیتا ہے کہ فلاں قبر حاجت روائی میں تریاق کا حکم رکھتی ہے تو دوڑ کر اس کی طرف جاتا اور پوری توجہ زاری' عاجزی اور مسکینی کے ساتھ دعا کرتا ہے اور خداوند کریم اس کے عجز کو دیکھ کر اس کی دعا سن لیتا اور حاجت پوری کر دیتا ہے۔ پھر یہ شخص یقین کر لیتا ہے کہ قبر میں دعا کے قبول کرنے کی تاثیر ہے۔ اتنا خیال نہیں کرتا کہ خداوند کریم تو ہر مضطرب کی دعا سن لیتا ہے اور اس کی حاجت برآری کرتا ہے خواہ وہ کافر ہو۔ اگر یہ شخص ذلت اور فروتنی سے دکان بازار یا حمام میں بھی دعا کرتا۔ تب بھی اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا اور اس امر میں قبر کی تاثیر سمجھنا نادانی ہے جس کسی کی دعا قبول ہوتی ہے اس کے لئے خدا کی خوشنودی اور محبت ضروری نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ مومن، کافر اور فاجر سب کی دعا قبول کرتا ہے۔ یَسَّرَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ الدُّعَآءِ وَالْعَمَلِ مَا یَکُوْنُ مُوَافِقًا لِّرِضَائِہٖ وَبِلُطْفِہٖ وَکَرَمِہٖ اِنْتَھٰی

حدیث ابی الہیاج الاسدی رضی اللہ عنہ

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابی الہیاج الاسدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ ۔

کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا یہ کہ کسی مورت کو مٹائے بغیر اور بلند قبر کو سطح زمین کے برابر کئے بغیر نہ چھوڑو

حضرت ابی الہیاج الاسدی رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْھَا وَاَنْ تُوْطَاَ ۔

منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ بنانے سے اور ان پہ لکھنے سے اور انہوں کے روندنے سے

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں یُقْعَدَ کے نیچے لکھتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبر پر بیٹھا جائے۔

کیونکہ قبر پر بیٹھنا مومن کی عزت کے منافی ہے اور بعض نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے سے مراد قضائے حاجت کے لئے بیٹھنا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کے متعلق خیال

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اغاثہ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جس علت کی بناء پر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ اور جس کے سبب سے خدا کی بے شمار مخلوق شرک جلی میں مبتلا ہوگئی۔ وہ علت یہ ہے کہ جو شخص اپنی تمام قسم کی فلاح واصلاح قبر کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے۔ وہ اپنے اعتقاد واثر کے لحاظ سے اس شخص کی نسبت کہیں زیادہ قریب ہوتا ہے۔ جو کسی درخت یا پتھر کو اپنی حاجات وتوقعات کا قبلہ وکعبہ سمجھتا ہے اور تو دیکھتا ہے کہ اکثر آدمی اس قدر اس کے قریب تضرع اور زاری خشوع وخضوع کرتے ہیں کہ خاص بیت اللہ شریف میں اور سحری کے وقت بھی ظاہر نہیں کرتے اسی طرح قبروں پر نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے وقت وہ جس طرح برکت کے امیدوار ہوتے ہیں۔ ویسے مساجد میں نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے وقت نہیں ہوتے پس اسی فساد عظیم کے مادہ کو مٹانے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو مقبرہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ خواہ نماز پڑھنے والے کے ذہن میں نماز پڑھنے کے وقت قبر کی کوٹھڑی کی برکت ملحوظ نہ بھی ہو۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع استواء اور غروب آفتاب کے وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ وہ مشرکوں کے آفتاب کی عبادت کے وقت ہیں۔ اسی سے سمجھ لو۔ کہ جس وقت کوئی شخص قبر کے نزدیک حصول برکت کی نیت سے نماز پڑھتا ہے۔ تو اس کا نماز پڑھنا درحقیقت قبر کی پرستش کرنا ہوتا ہے۔ پس یہ ارادہ صریح کفر ہے اور خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف ہے۔ اس میں سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ اللہ نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

صاحب مجالس الانوار نے لکھا ہے۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے صرف اس لئے روکا کہ کہیں غیر اللہ کی عبادت کے لئے دلیل جواز نہ بن جائے تو قبروں سے استمداد کا کیا کہنا جو بخود ہی شرک اور شرک جلی کا کھلم کھلا ذریعہ ہے۔ بہت لوگوں کو حاجتوں کے ہجوم نے برباد کیا۔ کہ پھر اکر اہل قبور سے حاجتیں مانگنے لگے۔ اور کئی ایک کو اس اعتقاد نے ہلاک کر دیا۔ کہ مسجدوں کی بہ نسبت انبیائے کرام کی قبروں کے پاس نماز پڑھنا افضل ہے۔

اسلام اور قبر پرستی

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اغاثہ میں فرماتے ہیں:۔ اگر کوئی شخص موجودہ مسلمانوں کے اقوال وافعال کا موازنہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کرے تو وہ ان کی کسی چیز کو بھی آثار وسنت کے موافق نہ پائے گا۔ کیونکہ دونوں کی آپس میں ضد اور عدم مطابقت ظاہر ہے:۔ مثلاً

(۱) حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قبور انبیاء پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ مگر آج مسلمان شوق سے پڑھتے ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدوں پر قبریں بنانے سے روکا مگر آج ان پر بڑی بڑی عمارتیں بنائی جاتی اور ان کا نام مشاہد ودرگاہ رکھا جاتا ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبور پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا۔ مگر قبر پرست مسلمان قبروں پر قندیلیں اور شمعدان روشن کرتے اور اس کام کے لئے جائدادیں وقف کر جاتے ہیں۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں کو پختہ بنانے سے روکا۔ مگر یہ مسلمان ان پر شاندار قبے بناتے ہیں:۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر زائد مٹی ڈالنے سے منع فرمایا مگر یہ لوگ مٹی کی بجائے اینٹ پتھر اور چونہ سے ان کو پختہ بناتے ہیں:۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر عمارت بنانے اور قبروں پر کتبے لکھنے سے منع فرمایا، مگر یہ لوگ شاندار عمارتیں بنا کر آیات قرآنی قبروں پر لکھتے ہیں:۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قبروں کو عید گاہ نہ بناؤ۔ مگر یہ لوگ ان پر عید کی طرح اجتماع کرتے اور دن مقرر کر کے سالانہ عرس منعقد کرتے ہیں:۔

غرض یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کے مخالف اور دین کی ہر رسم کے دشمن نظر آتے ہیں:۔

قبر پرستوں کا غلو

صاحب مجالس الابرار اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ یہ فرقہ ضالہ اس حالت تک پہنچ گیا ہے کہ بعض غالیوں نے بیت اللہ زاد اللہ تعالیٰ اس کی عظمت

اور شرف کو بڑھائے) کی طرح قبروں کے آداب اور ارکان مناسک مقرر کر دیئے ہیں اور اس موضوع پر کتابیں لکھ کر ان کا نام مناسک حج المشاہد رکھ دیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں مگر مخفی نہ رہے۔ کہ ایسا کرنا درحقیقت اسلام کی جگہ بت پرستی اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ ان کا طریقہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم کے طریقہ سے بالکل مختلف ہو گیا ہے

عملی غلوّ

پس دیکھیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اور اس کے درمیان جو انہوں نے قبور کے متعلق مذہب بنا رکھا ہے۔ کس قدر فرق ہے۔ اور اس میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں۔ کہ شرک کی اس گمراہ کن بدعت کے مفاسد حد سے زیادہ ہیں اور ایک یہ فساد ہے کہ قبروں کو مساجد پر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل اور محبوب ہیں۔ فضیلت دیتے ہیں یہ جب قبروں پر جاتے ہیں تو اس قدر رقت اور ادب، خشوع اور عاجزی کے ساتھ قبرستان میں داخل ہوتے ہیں۔ کہ خدا کی مساجد میں اس کیفیت کے ساتھ کبھی داخل نہیں ہوتے ان کے نزدیک قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ان میں چراغاں کرنا اعتکاف بیٹھنا پردے لٹکانا، عود و اگر جلانا اور ان کی صفائی کے لئے ملازم مقرر کرنا اور ان کی پوجا کے لئے اشاعت کرنا ان کی مجاورت سے افضل اور ان کی خدمت مساجد کی خدمت سے بہتر ہے:۔

صاحب مجالس الابرار نے جو کچھ کہا اظہر من الشمس ہے ان لوگوں کی حرکات رازہائے سربستہ نہیں ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا ہے اور اس گروہ کی باتوں کو اپنے کانوں سے سنا ہے۔

چیلنج

آگے لکھا ہے۔ قبروں کے لئے نذریں ماننا ان کی زیارت کے لئے دور اور نزدیک سے سفر کرکے آنا۔ ان کے پاس نمازیں پڑھنا ان کے گرد طواف کرنا ان کو چومنا یا چھونا اور ان پہ ہاتھ یا منہ رگڑنا ان کی مٹی یا کنکر اٹھا کر گلے میں لٹکانا اہل قبور سے دعا مانگنا رزق اور اولاد کیلئے یا بیماری سے شفا یا قرض سے خلاصی کے لئے دعائیں کرنا یا دیگر مہمات دنیوی میں ان سے استمداد چاہنا بھی اس قبر پرستی میں شامل ہیں علاوہ ازیں تمام وہ حاجتیں جو بت پرست بتوں سے چاہتے ہیں۔ یہ ان قبروں سے مانگتے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

وَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْهَا مَشْرُوعًا بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ إِذْ لَمْ يَفْعَلْ شَيْئًا مِنْهَا رَسُولُ رَبِّ

الْعَالَمِیْنَ وَآدٰ اَحَدٌ مِن اَصْحَابِہٖ وَالتَّابِعِیْنَ وَسَائِرُ اَئِمَّۃِ الدِّیْنِ صَلَوٰتُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ السَّلَامُ اور پھر لکھتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :-

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا اور بالکل ناممکن ہے کہ ان میں سے ایک کام بھی جائز ثابت ہو سکے دنیا میں صرف تین دور ایسے گذرے (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور) جن کے خیر القرون ہونے کی شہادت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دی ہے جو کام ان تینوں گروہوں نے نہیں کیا اس کا شرعی اور نیک ہونا محال ہے :-

اب جو شخص ایسی باتوں کے ارتکاب کی جرأت کرتا ہے جس کا ثبوت ان زمانوں میں نہیں ملتا تو اس کے فاسق ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی دی ہے۔ آگے لکھا ہے۔

جو شخص ہماری کلام میں شک کرے اسے چاہیئے کہ ان تین زمانوں میں سے کوئی ایک مثال پیش کرے جس سے قبر پر نماز پڑھنا تو بڑی بات ہے صرف اتنا ثابت ہو سکے کہ صحابہ کرام تابعین یا تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے فلاں شخص نے اپنی مصیبت میں فلاں قبر کا قصد کیا اس سے استمداد کی یا اسے چوما اور چھوا چہ جائیکہ کہ قبروں کے قریب نماز پڑھنے اور ان سے حاجت روائی چاہنے کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کیا جائے ہرگز ہرگز ایسا ممکن نہیں۔

ہاں قرون ثلاثہ کے بعد اُن لوگوں نے ایسی حرکتیں کی ہیں جو ناخلف جانشین تھے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹، ۶۶)

لیکن پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کی حقیقت کھودی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے سو قریب ہے کہ انکی سرکشی ان کے آگے آئے۔

اصل بات یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور عہد رسالت دور ترہوتا گیا تو یہ فتنہ رواج پاتا گیا۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس موضوع پر کتابیں لکھی گئیں جن میں سے بعض کو پڑھ کر افسوس ہوا۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے راشدین صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان میں ایک لفظ بھی منقول نہیں۔ بلکہ گور پرستی کے خلاف بہت سی مرفوع روایات ہیں جن کی سند

مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے انہی میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّزُوْرَ فَلْيَزُرْ فَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا پس جو کوئی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرے وہ جائے مگر بیہودہ باتیں نہ کہے۔

صاحب مجالس الابرار لکھتے ہیں۔ کہ ہجر کے معنی یاوہ گوئی ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ ان شرکیہ افعال واقوال سے بدتر کون سی یاوہ گوئی ہوگی جو یہ لوگ قبروں کے پاس کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان بدعتوں کے رد میں اس قدر بے شمار واقعات ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا ان میں سے ایک یہ ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے قریب نماز پڑھتے دیکھا تو تیزی سے کہا۔

اَلْقَبْرُ ! اَلْقَبْرُ ! (قبر ہے قبر) قبر سے پرہیز کر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا القبر! القبر! فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ قبر کے قریب نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے۔ اہل عرب کا قاعدہ ہے۔ جب کسی چیز سے ڈرانا ہو تو اس کا نام بار بار لیتے ہیں۔ تاکہ اس سے جلدی بھاگ جائے۔ جیسے جب ایک شخص کو شیر کے قریب پہنچا ہوا دیکھتے ہیں یا مہلک سانپ کے قریب پاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں:۔ شیر! شیر! یا سانپ! سانپ!

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر کے قریب جا کر نماز پڑھنا اس بات کی علامت نہیں کہ وہ قبر کے قریب جائز سمجھ کر نماز پڑھتے تھے غالب احتمال ہے کہ انہیں قبر کا علم ہی نہ ہو یا انہوں نے دیکھی ہی نہ ہو اور یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر کے قریب نماز پڑھنے کی ممانعت سے خوب واقف و باخبر تھے۔ پس جونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈرایا کہ قبر ہے تو معلوم ہو گیا کہ قبر ہے۔

حدیث لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث صحیح مروی ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ	میری قبر کو عیدگاہ نہ بناؤ۔ مجھ پر درود پڑھو تم جہاں ہوگے مجھے تمہارا درود پہنچ جائے گا۔

غور کرو جب گنبد خضراء کو مسجد بنانے سے روک دیا گیا۔ جو شرف اور فضیلت میں دنیا بھر کے مقابر و مآثر سے افضل ہے۔ تو دوسری بہت زیادہ اس ممانعت کی اہل ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد۔ وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ چونکہ درود پڑھنے کا ثواب دور و نزدیک سے یکساں طور پر ملتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو عیدگاہ بنانے کی ضرورت نہیں اور قبروں کے عیدگاہ بنانے میں خرابیاں ہیں۔ جن کی تفصیل سے اللہ تعالیٰ ہی بہتر واقف ہے۔

معجزات وکرامات مذکورہ بالا احادیث و آثار مرویہ کو بغور و فکر دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ صراط مستقیم یہی ہے کہ انبیآء کرام اور اولیآء اللہ، اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فرمانبردار بندے ہیں۔ زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی اور اس کے کارخانہ میں کچھ بھی دسترس نہیں رکھتے رہے ان کے معجزات وکرامات تو ان کی حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اختیار سے ان کے دخل کے بغیر بعض اوقات مافوق الفطرت امور کا اظہار ان کے ہاتھ سے فرما دیتا ہے۔ جن سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان کے پیچھے لگ کر صراط مستقیم پر جو انہیں انعام کے طور پر نصیب ہوا ہے۔ چل سکیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ جو انسان کی پیدائش کی اصلی غرض ہے پس جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریق کو چھوڑ دیا۔ اور زید و بکر کے قول و فعل پر فریفتہ ہو کر یوں کہنے لگے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی (۳۹/۳)	ہم صرف اس لئے انہیں پوجتے ہیں۔ کہ ہمیں خدا کا مقرب بنا دیں۔

تو یہ لوگ بھی پہلی گمراہ اور باطل قوموں کی طرح غلط راہ پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ (ان کے اور اہل ایمان کے درمیان جو اختلاف ہے) اس کا فیصلہ قیامت کے روز کرے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَھُمۡ فِیۡمَا ھُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۳۹

لوگوں میں شرک کی قسموں کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ ایک مشرک جماعت کا نام شنویہ ہے۔

جماعت شنویہ (۱) اس جماعت کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ موجودات کے دو صانع ہیں یزدان اور اہرمن

(۲) ستارہ پرست کہلاتا ہے۔ ان کو صابی بھی کہتے ہیں۔

(۳) ہنود ان کا خیال ہے کہ مدبرات عالم مختلف روحانی وجود رکھتے ہیں۔ اور ان مدبرات عالم کو راضی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی مورتیاں بنا کر پوجا جائے۔

(۴) پیر پرست اس جماعت کے شرکیہ عقائد کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی خدا کا نیک بندہ اپنی ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے مستجاب الدعوات اور عنداللہ مقبول ہو جاتا ہے۔ تو مرنے کے بعد اس کی روح کو بہت سی قوت و وسعت عطا ہو جاتی ہے۔ اگر اس بزرگ کے نشست و برخاست کے مقام پر یا اس کی قبر پر اس کا تصور باندھ کر عاجزی اور ذلت کا اظہار کیا جائے۔ تو بسبب قوت و وسعت مذکورہ کے اس بزرگ کی روح اس کے حال سے واقف ہو جاتی ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کی شفاعت کرتی ہے۔

جماعت پیر پرست اس جماعت کے رد میں بے شمار آیات الٰہی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ ؕ قُلۡ	کیا ان مشرک لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو معبود
اَوَلَوۡ کَانُوۡا لَا یَمۡلِکُوۡنَ شَیۡئًا وَّلَا یَعۡقِلُوۡنَ	قرار دے رکھا ہے جو ان کی سفارش کریں گے آپ کہہ دیجئے
(۳۹ - ۴۴)	کہ اگرچہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں

دُعا عبادت کا نام ہے

اور ارشاد ہے۔

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ	اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو
مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَھُمۡ	پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک بھی اس کا کہنا نہ کرے اور
عَنۡ دُعَآئِھِمۡ غٰفِلُوۡنَ ۵ (سورۃ الاحقاف)	ان کو پکارنے کی بھی خبر نہ ہو

سچ ہے غیر اللہ کو پکارنے والے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گمراہ نہیں۔ اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ جن غائب ارواح اور پوشیدہ اجسام کی دنیا میں پرستش ہو رہی ہے اور ان سے حاجت روائی کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں وہ ارواح و اجسام دعائیں مانگنے والوں کی دعاؤں سے بھی غافل اور بے خبر ہیں۔ خواہ وہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح و اجسام ہیں یا اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین کے اور یہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ انہیں بتلائے گا اور وہ اپنے پکارنے والوں کی باتوں پر مطلع ہوں گے۔ تو بجائے اس کے کہ وہ ان کی سفارش کریں یا ان پر خوش ہوں الٹے ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا	اور جب تمام لوگ اکٹھے کئے جاوینگے تو وہ ان کے دشمن
بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ٥ (پ۲۶ سورۃ احقاف)	ہوجاوینگے اور انکی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے۔

دعاہی عبادت ہے

اس آیت سے دریافت ہوگیا۔ کہ ان کی دعا عبادت ہے پہلی آیت میں صرف دعا کا ذکر تھا۔ اب دعا کو عبادت سے بدل کر حقیقت واضح کردی کہ دعا ہی عبادت ہے۔ چنانچہ اس کی تائید دوسری جگہ سے بھی ہوتی ہے) ارشاد ہے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ	اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھکو پکارو میں تمہاری
يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ	درخواست قبول کرونگا۔ جو لوگ (صرف میری) عبادت سے
جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ٥ (سورۃ المومن پ۲۴)	سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہونگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ	دعا ہی عبادت ہے۔
اور فرمایا۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ	یعنی دعا عبادت کا مغز اور اصل ہے۔

انبیاء یا اولیاء سے استمداد چاہنا ان کی عبادت کے مترادف ہے

پس ثابت ہوگیا۔ اولیاء اللہ سے حاجت روائی چاہنا اُن کو پکارنا اور ان کی قبروں پر فریاد کرنے لئے جانا۔ ان کی عبادت کرنا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے زعم میں ایسا نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ہم تو صرف قبروں کی زیارت کرتے ہیں ان کی عبادت نہیں کرتے۔

دراصل ان کے ایسے عذراتِ لنگ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا راز کھل جاتا ہے۔ کہ جن مقاصد کے پیشِ نظر اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے بالکل روک دیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ۔

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا مگر اب اجازت دیتا ہوں) پس قبروں پر جایا کرو کیونکہ ان کی زیارت کرنے سے آخرت کی یاد آتی ہے۔

مطلب یہ کہ قبروں کی زیارت سے بہت سے فتنوں کا خیال کرتے ہوئے میں نے منع کر دیا تھا۔ لیکن قبروں کی زیارت میں نفع بھی ہے اور وہ آخرت کا یاد آنا ہے۔ لہٰذا میں کہتا ہوں۔ کہ زیارت کریں کہ اس دینی نفع کے خیال سے قبروں کی زیارت مباح ہے۔ پس اس صورت میں مسلموں اور غیر مسلموں کی قبور پر جانے کا نفع برابر ہے۔ کیونکہ قبر کا دیکھنا بھی جنازہ کو دیکھنے کی طرح موت کی یاد دلاتا ہے اور ثابت شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

شرک شفاعت کے منافی ہے

جیسا کہ مسلم رحمۃ اللہ نیشاپوری نے صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت تحریر کی ہے۔

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰى مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَ اسْتَاْذَنْتُ فِيْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِيْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو آپؐ کے ساتھی رو پڑے اور فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کیلئے بخشش مانگنے کی اجازت چاہی تھی مگر نہ ملی پھر میں نے قبر کی زیارت کیلئے درخواست کی تو منظور ہو گئی پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ انکی زیارت کرنے سے اپنی موت یاد آتی ہے

غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کیلئے بخشش مانگنے کی اجازت چاہی تو نہ ملی۔ تو جو لوگ بزرگوں کی قبروں پر جاتے اس لئے ہیں کہ شرکیہ افعال کریں وہ ایسا کر کے ان بزرگوں کی شفاعت کے سزاوار کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ جب کہ شرک شفاعت ہی کے منافی ہے۔

زیارتِ قبور سے مقصود کیا ہونا چاہیئے

غرض جب معلوم ہوگیا۔ کہ زیارت قبور سے مقصد ذکرِ موت و آخرت ہے تو موت و آخرت کو یاد کرنے دنیا سے بے رغبتی حاصل کرنے اور اہل قبور کے لیے بخشش مانگنے کی غرض سے اگر کوئی سنت کے مطابق زیارت کے لئے جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اور جو لوگ اس کے برخلاف طلب حاجات اور ارتکاب منکرات کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ ممکن ہے ایسے زائرین لعنت کے سزاوار بھی ہو جائیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض زائرین قبور پر لعنت بھی فرمائی ہے۔ ابوعیسیٰ ترمذی، امام احمد بن حنبلؒ اور ابن ماجہ رحمہم اللہ اجمعین نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لُعِنَ زُوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ ط — کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ عورتوں پر قبروں کی زیارت اس لئے منع ہے۔ کہ عورتیں رقیق القلب ہونے کی وجہ سے گریہ و بکاء سے باز نہیں رہ سکتیں اور بین کرنے لگتی ہیں۔ جو حرام فعل ہے غرض وہی زیارت لعنت کا موجب ہوگی جس میں خلاف شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہو۔ خواہ ایسا کرنے والی عورتیں ہوں یا مرد اسی طرح وہ زیارت جائز و مباح ہے جو مسنون طریقے کی جائے خواہ مستورات ہی کریں یا مرد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبروں کی زیارت کی۔

زیارت قبور کا مسنون طریقہ

اب ہم بیان کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت میں کیا کرنا چاہیئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا دستور رہا ہے مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور پہلی فصل میں بروایت مسلم بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے۔ کہ

پہلی حدیث کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ۔

کرتے تھے ۔ کہ جب کسی قبرستان میں جائیں ۔ تو یوں کہیں سلامتی ہو تم پر اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت مانگتے ہیں

اسی باب کی دوسری فصل میں بحوالہ ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر مدینہ کے قبرستان پر ہوا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا

دوسری حدیث اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ

اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخش دے تم ہمارے سلف ہو اور ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں

تیسری حدیث اور تیسری فصل میں مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا میں اگر قبرستان میں جاؤں تو کیا کہوں ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یوں کہا کرو ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ۔

سلامتی ہو مومنوں اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے ۔ ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں ۔

احادیث ثلاثہ کا خلاصہ مطلب ان تمام احادیث سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک زیارت قبور سے بجز ذکرِ موت و یادِ آخرت کے کوئی اور چیز مقصود نہ ہوتی تھی اور آپ اپنے لئے اور اہل قبور کے لئے دعائے رحم و مغفرت فرمایا کرتے تھے ۔ تاکہ اہل قبور کو زندوں کی دعائے مغفرت سے فائدہ پہنچے اور ہمیں بھی اس کار خیر سے اجر نصیب ہو ۔ کیونکہ کسی کا اپنے لئے اور موتیٰ کیلئے دعائے مغفرت کرنا مشترکہ طور پر دونوں کے واسطے موجب ثواب ہے ۔

لیکن جو لوگ جلب منافع و دفع مضرات کے لئے زیارت کرتے ہیں اور بزرگوں کی روحوں

کو جملہ احوال سے باخبر جان کر عاجزی اور انکساری کے ساتھ ان سے دعائیں کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں ہماری فلاں حاجت پوری کر دو اور فلاں عقدہ کشائی فرماؤ تو ان لوگوں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلبیت عظام رضی اللہ عنہم سب اس نئے دین سے سخت بیزار ہیں۔

بچنے کا طریق

مسلمانوں کو چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال و اقوال کی متابعت کریں۔ جن کو ہزارہا متدین و متقی اہل علم نے جمع کیا اور زید و بکر کے بے سر و پا اقوال کے پیچھے نہ جائیں جن کی صحت کی کوئی صحیح سند نہیں ملتی اس فتنہ کے زمانے میں لازمی ہے کہ اپنے بزرگوں کے اقوال کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کے میزان میں تول لیا کریں۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ

(پ ۱۲ سورہ ہود)

کیونکہ اس شرک و بدعت کے زمانے میں رحمت الٰہی کے سوا بچانیوالا کوئی نہیں۔

اختلاف فتنہ ہے جس نے قوموں کو ہلاک کر دیا

ایسے فتنوں کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ وحی ظاہر ہو گیا تھا کہ اختلاف اور تفریق کا سمندر میری امت کو بھی قوم نوح (علیہ السلام) کی طرح طوفان ضلالت و گمراہی میں غرق کر دے گا۔ اور بجز میری اور میرے اصحاب و عترت (رضی اللہ عنہم) کی جو حقیقی معنوں میں میرے اہل بیت ہیں۔ سنت کی کشتی میں سوار ہونے کے بغیر کوئی صورت بچنے کی باقی نہ رہ جائے گی۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے باآواز بلند فرمایا۔

اَلَا اِنَّ اَهْلَ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ

میرے اہلبیت تمہارے لئے سفینۂ نوح کی مانند ہیں جو شخص اس ناؤ میں بیٹھ گیا بچ گیا اور جس نے اس میں بیٹھنے سے پس و پیش کیا۔ وہ ضرور ہلاک ہو گا۔

بظاہر یہ حدیث صرف اہل بیت کے مناقب میں معلوم ہوتی ہے چنانچہ

حدیث اہلبیت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں اس کو اہلبیت ہی۔

مناقب میں لائے ہیں۔ مگر بعض خلفائے راشدین رحمہم اللہ بھی اس میں شامل ہیں جیسے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ والی حدیث شاہد ہے جو صحاح اور سنن میں وارد ہے۔ کہ خلفائے اربعہ کے ذکر میں اہلبیت بھی داخل ہیں اور وہ حدیث یہ ہے۔

مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا
كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ خُلَفَاءِ
الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِیْ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ
عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ
الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا پس تم پہ لازم ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو۔ اور بدعات سے بچو۔ کیونکہ بدعت گمراہی ہے۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت تمام مسلمانوں کے لئے ہر زمانہ ہر مقام میں لازم و واجب ہے۔ اور یہ متابعت کسی شخص کی خاطر چھوڑی نہیں جا سکتی۔ اور فاسقوں کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جان بوجھ کر سنت کو ترک کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ
رَدٌّ

جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین کے مطابق نہیں ہے وہ مردود ہے۔

اس کا یہ مطلب بھی ہے۔ کہ ایسے شخص کا اتباع کرنا بھی ٹھیک نہیں۔ اور دانستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت چھوڑ کر پیروں فقیروں کی اطاعت کرنا ان کو معبود بنا لینے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو احبار و رہبان کا پرستار اسی لئے بنایا کہ وہ ان کا اسی قسم کا اتباع کرتے تھے۔ جب آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا نے ان کو کس لئے احبار و رہبان کا پرستار کہا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ کہ جس چیز حرام کو احبار و رہبان حلال کرتے تھے اسے حلال جانتے تھے اور جس حلال چیز کو حرام کرتے تھے حرام جانتے تھے۔ حالانکہ ان کا حکم

شریعت کے صریح مخالف ہوتا تھا۔ اور یہی ان کی پرستش ہے۔

مقبولیت بارگاہ آلٰہی کی علامت

صراط مستقیم میں ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا۔ کہ جو لوگ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام اور واجب یا مستحب قرار دیکر لوگوں کو اس پر چلنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ اپنے متبعین سے کہیں زیادہ ملامت کے قایل ہیں۔ جو ان کا کہنا مانتے ہیں۔

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔

اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیَ الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّیْنَ	مجھے اپنی امت کے گمراہ کن اماموں کا خوف ہے۔

صحیح مسلم میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔

یَکُوْنُ اُمَّةٌ لَا یَهْتَدُوْنَ بِهُدَایَ وَ لَا یَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِیْ وَسَیَقُوْمُ فِیْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّیَاطِیْنِ ؕ	میرے پیچھے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو نہ میری ہدایت پر عمل کریں گے اور نہ میری سنت پر چلیں گے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہونگے (انکے پیشوا) جن کے دل شیطانوں جیسے ہونگے۔

غرض مقبولیت بارگاہ الٰہی کی علامت یہ ہے کہ تمام امر و نواہی میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جاوے۔ اور درگاہِ ایزدی سے مردود ہونے کی نشانی یہ ہے کہ جملہ امور میں سے ایک سنت کی بھی مخالفت کی جائے۔ اور اس قانون میں امیر و غریب سب برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سالکانِ منزل عشق (الٰہی) کے لئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمادیا ہے کہ ان کہہ دیجیئے۔

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ سورۃ آل عمران ع ۴	اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تمہیں چاہئیے میری پیروی کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہاری خطائیں بخش دیگا

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی محبوبیّت اور گناہوں کی مغفرت کا حاصل کرنا بغیر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے ناممکن ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین کا اتباع بھی جس کا آپ نے ارشاد فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں داخل ہے اس لئے ہر مسلمان

پر لازم ہے کہ دینی امور میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا وہی کرے اور جس چیز سے انہوں نے اعراض کیا۔ اس سے اعراض کرے تاکہ صحیح معنوں میں سنت کا متبع یا سُنّی ہو جائے۔

عقائد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ مطابقت ضروری ہے

کسی شخص کا زندگی کے سارے اعمال و احوال میں سنت کا ایسا پابند ہو جانا کہ کوئی عمل بھی سنت کے خلاف نہ رہے اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص کے بغیر محال ہے ہاں اتنی بات ہر مسلمان کے لئے ضروریاتِ ایمان سے ہے۔ کہ عقائد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ موافقت تامہ رکھتا ہو۔ کیونکہ علماء محققین نے فرمایا ہے کہ درجات و مراتب میں فرق ہو تو ہو عقائد کے لحاظ سے تمام خاص و عام مسلمان برابر ہیں۔

معیار صحت

مناسب ہے کہ گورپرستی اور پیر پرستی (جو کہ ان بزرگوں کے عقیدوں کے خلاف ہے) کی تحقیق قرآن مجید کی محکم آیتوں سے کریں۔ مگر خیال رہے کہ اگرچہ قرآن مجید فاسد خیالات اور بیمار قلوب کے لئے اکسیر بن کر آیا ہے لیکن اگر اس پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے احکام کی خلاف ورزی بھی کر لی جائے۔ تو اس روگ کا کوئی علاج نہیں۔ اور ایسا کرنا اپنے نفس پر ظلم کرنا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

(پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ع۹)

ہم نے جو کچھ قرآن میں نازل کیا ہے۔ تو وہ یقین کرنے والوں کیلئے روح کی ساری بیماریوں کی شفا اور رحمت ہے اور جو نافرمان ہیں تو انہیں کچھ فائدہ ہونیوالا نہیں بجز اسکے کہ انکار شقاوت کی وجہ سے اور زیادہ نقصان ہوا

بالفاظ دیگر کلام پاک بمنزلہ مفید دوا و صالح غذا کے ہے کہ جس سے صحیح مزاج لوگ تو مستفید ہوتے ہیں اور طاقتور ہو جاتے ہیں۔ مگر فاسد مزاج لوگوں کے اجسام میں داخل ہو کر ان کی مرض کو کہ دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے زیادہ کرتا ہے۔

شعر باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ؎ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش کی برکت میں کلام نہیں فرق یہ ہے کہ اسی سے باغ میں گل و لالہ اُگتے ہیں اور بنجر زمین

میں گھاس پھوس۔ اور فرمایا۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ (پ۸ سورة الاعراف ع۷)

اور دیکھو اچھی زمین اپنے پروردگار کے حکم سے اچھی پیداوار ہی نکالتی ہے جو زمین نمی ہے اس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا مگر یہ کہ نکمی چیز پیدا ہو اس طرح ہم حکمت و عبرت کی نشانیاں ان لوگوں کیلئے دہراتے ہیں جو خدا کی نعمتوں کے شکر گذار ہیں۔

اور فرمایا۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۝ (پ۸ سورة الاعراف ع۵)

جنتی کہیں گے ساری ستائش اللہ کیلئے ہے جسنے ہمیں اس زندگی کی راہ دکھائی ہم بھی اسکی راہ کبھی نہ پاتے۔ اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا۔ بلاشبہ ہمارے پروردگار کے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے۔

اور فرمایا۔ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ (پ۲۵ سورة الشوری ع۱)

ایک فریق بہشت میں ہو گا اور ایک دوزخ میں۔

اسوۂ ابراہیمی علیہ السلام

پس جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عقائد میں موافقت رکھنا ضروری ہے۔ تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی حاجات و مہمات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کبھی کسی دوسرے انسان کی طرف توجہ نہیں کی۔ چہ جائیکہ وہ بتوں کی طرف رجوع کرتے وہ ساری مخلوق کو رب العزت کے مقابلہ میں اپنی طرح بیچارہ و عاجز سمجھتے رہے۔ اور اس کی نافرمانی سے بھاگ کر رضا کی طرف دوڑتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ تمام مسلمانوں کے ہادی و پیشوا ہیں۔ جس وقت آپ منجنیق سے جدا ہو کر آتش نمرود کی طرف فضا میں سے جا رہے تھے۔ تو اس وقت آپؑ نے اپنے قول و فعل سے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا اور راہنمائی کی۔ ان میں سے ایک یہ کہ ایسے حالات میں ہر مومن پر آپ کا اتباع لازم ہے۔ دوسرے یہ کہ مقربان بارگاہ الٰہی کو وہ شرف عطا کیا گیا ہے کہ عوام اس کو بمشکل حاصل کر سکتے ہیں۔ معتبر کتب تواریخ و تفاسیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا۔ جس بات کی ضرورت ہو،

بنائیے۔ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا۔ مَا اِلَیْکَ حَاجَتِیْ۔ کچھ بھی ہو آپ کی حاجت نہیں جبرائیل نے کہا۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کی درگاہ میں دُعا کیجئے آپ نے فرمایا۔ حَسْبِیْ عَنْ سُوَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ۔ دعا کی کیا ضرورت ہے جب کہ وہ میرے حال سے بخوبی واقف ہے دونوں عبارتوں پر غور کیجئے۔ کہ پہلے جملہ کی ترکیب نحویوں کے نزدیک دراصل مَھْمَا یکن من بلاءٍ فَلَاحَاجَتُہٗ اِلَیْکَ ہے جو دوسروں کے سامنے حاجت پیش کرنے کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ خواہ وہ غیر خدا کا رسول ہی کیوں نہ ہو۔"

علماءِ محققین نے کہا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانوں میں سے ایک امتحان تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے جس طرح آپؑ کو کلمات کی آزمائش میں ڈالا تھا۔ ویسا ہی معاملات میں بھی آزمایا۔ اور جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی علت میں لکھا ہے کہ جبرائیل کو آپؑ کے حالِ زار پر رحم آیا۔ پس اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔ اگر حکم ہو تو انکی مدد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا اور پوچھ۔

ابتلاء کے اس واقعہ کی مثال یہ ہے۔ کہ کوئی بادشاہ اپنے خزانہ پر کسی شخص کو مقرر کر کے ہدایت کرے کہ میرے سوا کسی کو خزانہ کی چابی نہ دینا۔ پھر خود ہی اُس کی اطاعت کا امتحان لینے کے لئے اپنے ایک مقرب کو بھیج دے کہ جا کر چابی طلب کرو۔ مگر یہ نہ کہنا کہ بادشاہ نے چابی کے لئے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اب اگر وہ بادشاہ کی ہدایت خاص کے مطابق اس کو بھی چابی نہ دے۔ تو بادشاہ جان لے گا کہ یہ شخص واقعی وفادار ملازم ہے۔

اسوۂ حضرت اسحاق علیہ السلام

لکھا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی خواہش یہ تھی۔ کہ ان کے بعد ان کا بڑا بیٹا عیص علیہ السلام نامی وارث نبوت قرار پائے لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی روح سے استمداد نہ چاہی اور بحکم خداوندی کہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ عیص علیہ السلام کی بجائے یعقوب علیہ السلام نبی ہو گئے۔ وَاللہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ۔

اسوۂ یعقوبی علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے صدمۂ جدائی میں اس قدر خستہ حال ہوئے کہ روتے روتے آنکھیں

سفید ہوگئیں اور پکار اٹھے۔

یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ	آہ یوسف کا درد فراق اور شدت غم سے روتے روتے اُس کی
مِنَ الْحُزْنِ فَھُوَ کَظِیْمٌ ۰ (پ۱۳ سورہ یوسف ع۱۰ ۴)	آنکھیں سفید پڑگئیں اور اُسکا سینہ غم سے لبریز تھا۔

لیکن باوجود اس بیقراری کے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے جو سب کے سب نبی تھے اور ان کی ازواج مطہرات سے جو امہات المومنین تھیں۔ کبھی مدد نہ چاہی۔ حالانکہ یہ سب آپ کے قریب مدفون تھے آپ نے بڑی سے بڑی تکلیف میں اگر کہا تو یہ کہا۔

اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ	میں تو اپنے رنج وغم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا
(پ۱۳ سورۃ یوسف ع۱۰ ۴)	ہوں۔

سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول نقل ہے چونکہ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے جس سے معلوم ہوا۔ کہ استمداد تو رہی درکنار۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنا حالِ دل بھی بیان نہیں کیا چنانچہ آپ کا دوسرا قول ہمارے مطلب کی تائید کر رہا ہے۔ جہاں آپ فرماتے ہیں

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ	اور جو باتیں تم بناتے ہو۔ ان میں اللہ ہی کی مدد درکار ہے
(پ۱۳ سورۃ یوسف ع۲)	

اُسوۂ یوسفی علیہ السّلام

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو۔ جنہوں نے عزیز مصر کے گھر میں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی شبیہ مبارک دیکھ کر ایک نہایت ہی اہم آزمائش سے نجات پائی تھی۔ جب قید خانہ کی مصیبتیں جھیل رہے تھے۔ کبھی والد ماجد کی روح سے مدد نہ چاہی بلکہ اس کے بالعکس دوسرے قیدیوں کو بھی (جو غیر اللہ کی محتاجی کرنے کے عادی تھے) غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر خالص ایک خدا کا محتاج رہنے کا قائل کر دیا۔ قرآن مجید میں آپ کا تبلیغی خطبہ مذکور ہے۔

یَاصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ	اے یارانِ مجلس کیا بہت سے رب بہتر ہیں۔ یا ایک اللہ جو
اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ۰ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ	سب پر غالب ہے تم اس کے سوا جن ہستیوں کی پوجا
دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ	کرتے ہو ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ محض
مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۰ اِنِ الْحُکْمُ	چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں

اِلَّا لِلّٰهِ ۚ اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
(پ ۱۲ ع)

اللہ نے ان کیلئے کوئی سند نہیں اتاری حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ اسکے سوا کسی کی پوجا نہ کرو یہی اصل دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

صاحبی السجن کی تفسیر صوفیا کے نزدیک صوفیائے کرام جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو تھے ان کے نزدیک دو قیدیوں سے مراد دو قسم کے لوگ ہیں۔ اوّل جو سیم و زر کے غلام ہیں خدا ان پر لعنت کرے اور یہ امراء اور سلاطین کا طبقہ ہے۔ دوسرے وہ جو نفس نابکار کے غلام ہیں جن کی فضیحت ذات باری نے خود کی ہے۔

اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ ۝ (پ ۲۶) کیا تم نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا۔

یہ گروہ شدید ترین دشمن اپنے نفس کا غلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو دو پہلوؤں کے درمیان ہے

اور جان لینا چاہیئے کہ حکومت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ اور بقول مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم۔

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔

جس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ آخرت کافروں کیلئے قید خانہ اور مومنوں کے لئے جنت ہوگی۔

اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جناب پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ساتھ اکثر جنگیں پیش آئیں۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشمار تکلیفیں اٹھائیں۔ خصوصًا مکی زندگی میں آپ سخت بیچارگی کی حالت میں تھے۔ مگر باوجود اس کے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ارواح سے کبھی مدد نہیں مانگی۔ حالانکہ منصب ہدایت کے علمبردار ہونیکے ساتھ وہ آپ کے جد امجد بھی تھے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب اگر کوئی قبر پرست کہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر

مکّہ سے بہت دور تھی۔ اس لئے آپ معذور تھے۔ تو اسے کہنا چاہیئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر تو حطیم کعبہ کے اندر تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم بھی تھی۔ کیونکہ آپؐ نے ہجرت سے پہلے اس پر کوئی چیز بطور نذر نہ چڑھائی۔ حالانکہ آپ ان دنوں خوشحال بھی تھے۔ اور غم و فکر کی حالت میں اس پر چہرہ نہ ملا مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ آپؐ جیسے مظہرِ رشد و ہدایت سے مشرکانہ افعال کا صدور ہی ناممکن تھا۔

واقعہ معراج

واقعہ معراج سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ مگر اس واقعہ میں کہیں بھی درج نہیں کہ ان سے کسی قسم کی مدد مانگی ہو۔ بلکہ واقعہ معراج سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کسی سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی طرف سے انہیں کو نفع پہنچا۔ چنانچہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقتدی ہوئیں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم امام ٹھہرے اور آپ کا ان کو پہلے سلام علیکم کہنا (جو ایک قسم کی دعا ہے) اسی غرض سے تھا۔ اسی طرح بعض کا آپ کو مرحبا بابن الصالح اور بعض کا مرحبا باخ الصالح کہنا اسی بات کی دلیل ہے۔ کہ ان کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے نفع عظیم پہنچا۔ اسی لئے انہوں نے مرحبا کہا۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث معراج میں مروی ہے

فَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِىْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ تِلْكَ حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا ...... اِلٰى اٰخِرِهٖ

اللہ تعالیٰ نے معراج میں میری امت پر ۵۰ نمازیں فرض کیں میں لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے انہوں نے پوچھا آپ کیلئے اور آپ کی اُمت کیلئے کیا کچھ فرض کیا گیا ہے۔ میں نے کہا پچاس نمازیں موسیٰ علیہ السلام بولے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائیں اور تخفیف کرائیں کیونکہ آپ کی امت سے اتنا بوجھ نہ اٹھایا جائیگا چنانچہ میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور نصف معاف ہوگئیں۔ الی اخرہ

تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کا مدد مانگنا نہیں ہے۔ یہ تو بلکہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالم بالا کی وہ کیفیت باوجود قرب اتم حاصل ہونے کے اب تک معلوم نہ ہو سکی

جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً منکشف ہو گئی۔ یہی سبب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو دریافت کرنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پہ کیا فرض کیا۔ استمداد کی تو یہ صورت تھی کہ آپ حضرت موسیٰؑ کے پاس بالارادہ تشریف لاتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر اتنا بوجھ ڈال دیا۔ آپ اس میں تخفیف کے لئے سفارش کریں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے جاتے اور تخفیف عمل میں آتی۔ مگر یہاں تو بات ہی اور ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی یعنی موسیٰ علیہ السلام پر میرا گذر ہوا۔ ظاہر ہے کہ کسی پہ گذر ہونا ایک اتفاقی بات ہے۔ جس میں تعمد عزم کو دخل نہیں ۔

ایک اور اعتراض اگر کوئی پیر پرست کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اتم حاصل تھا۔ اس لیئے آپ کو کسی واسطہ کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ آپ بغیر کسی واسطے کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے مگر بزرگوں کی ارواح کو واسطہ بنانے کی اسلئے ضرورت ہے کہ ہم پیغمبر اور رسول نہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک تو ان جاہلوں کو سمجھانا چاہیئے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ حسنؓ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اللہ کے رسول نہ تھے اس پر بھی مہمات دینی و دنیوی میں تمہاری مانند صاحب گنبد خضراء صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد نہیں مانگتے تھے ۔

باب تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُسوۂ صدیقی رضی اللہ عنہ

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال سے زیادہ خلافت کی۔ اور اس مدت میں آپ کو کئی قسم کی تکلیفیں پیش آئیں مگر کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ نے کسی بھی مصیبت میں گنبد خضرا صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی ہو۔ اور آپ ایسا شرکیہ فعل کیونکر کر سکتے تھے۔ جب کہ اس کے برعکس آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقعہ پر اپنی تقریر میں پیر پرستی کی ایسی تردید کی کہ اسکی بیخ و بنیاد ہی ہمیشہ کے لئے اُکھاڑ کے رکھ دی۔

واقعہ رحلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ صدمۂ جدائی کے سبب

ایسے پریشان حال اور حواس باختہ ہو گئے تھے کہ کسی کو یہ کہنے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسرے مکان میں کسی دوسرے محلہ میں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو بلوا بھیجا۔ تو آپ آئے اور حجرہ کے اندر تشریف لے گئے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تھا۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پڑھا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ پ۲۳ ع

(اے نبی! آپ کو بھی مرنا ہے۔ اور ان (لوگوں) کو بھی مرنا ہے

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقریر

پھر مسجد نبوی کے اندر تشریف لائے کھڑے ہو کر حمد و ستائش الٰہی کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ
انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ
عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ
سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (پ۴ ع)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گذر چکے جو اپنے اپنے وقتوں میں ظاہر ہوئے اور راہ حق کی دعوت دیکر دنیا سے چلے گئے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں راہ حق سے پھر جاؤ گے اور جو کوئی راہ حق سے الٹے پاؤں پھر جائیگا تو وہ اپنا ہی نقصان کریگا۔ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور جو لوگ شکر گذار ہیں تو قریب ہے کہ خدا انہیں انکا اجر عطا فرمائیگا

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

اس سے آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ لوگوں کو ڈرایا جائے تاکہ یہ لوگ اس حادثہ عظیم کے سبب سے حواس باختہ ہو کر دین میں سست نہ ہو جائیں۔ پھر فرمایا۔

اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَقَدْ
مَاتَ مُحَمَّدٌ ایک روایت میں ہے (فَاِنَّهٗ
قَدْ مَاتَ) وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَهُوَ حَيٌّ
لَّا يَمُوْتُ

لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ و قائم ہے کبھی فوت نہ ہوگا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بے نظیر تقریر کو سن کر ہوش و حواس قائم کئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ کہ آیت "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" گویا ہمارے سینوں سے محو ہو گئی تھی۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھی تو ہمارے سینے روشن ہو گئے۔

اسوۂ فاروقی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسوۂ حسنہ بھی پیر پرستی و گور پرستی کی بنیاد اکھیڑ دینے والا ہے اور بزرگوں کی متروکہ اشیاء کی تعظیم کو مٹا دینے والا ہے۔ آپ نے ایک موقعہ پر اپنے ہمراہیوں سے فرمایا تھا۔ جبکہ وہ ایک مقام پر نماز پڑھنے کیلئے لپک کر جا رہے تھے۔ جہاں ایک دفعہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاقیہ نماز پڑھی تھی۔

إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّبِعُونَ آثَارَ الْأَنْبِيَاءِ

تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہو گئیں کہ انبیاء علیہم السلام کے نشانات کی پیروی کرتی تھیں۔ اور انہیں کو قابل عبادت بنا لیتی تھیں۔

اسوۂ عثمانی رضی اللہ عنہ نمبر (۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں خطبہ کہتے کے وقت بپاس ادب ممبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پایہ کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں دو پائے چھوڑ دیا کرتے تھے ایک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا شیخین کا یہ عمل اتفاق اور عادت کے طور پر تھا۔ عبادت کے خیال سے نہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں جرأت سے کام لیا اور باوجود اپنے بے مثل ادب اور حیا کے ممبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ہی پایہ پر کھڑے ہو گئے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پایہ تھا۔ آپ نے یہ فعل اسلئے کیا کہ لوگ شیخین کے معمول کو بزرگوں کے موقف اور نشستگاہ تعظیم کیلئے حجت نہ بنا لیں اور شرک خفی اور پیر پرستی کے فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔ کیونکہ یہی وہ فتنہ ہے جو پہلوں میں تعظیم کے نام سے شروع ہوا۔ اور پچھلوں میں اتخاذ ارباباً من دون اللہ تک پہنچ کر رہا اور ضرور ہے کہ امت مرحومہ کے حق میں بھی اسی طرح ہوتا۔ کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

وَاللهِ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

بخدا تم وہی طریقے اختیار کرو گے جو اگلوں نے کئے

اور بعض روایتوں میں شبراً شبراً فرمایا۔ یعنی ہر وہ گناہ جو پہلی امتوں میں رواج پا گیا تم میں بھی ہونے لگ جائیگا۔ الحمد للہ کہ اس فتنہ کا دروازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بند ہو گیا

اُسوۂ عثمانی رضی اللہ عنہ نمبر (۲)

جس طرح واقعہ مذکورہ بالا سے فتنہ تعظیم کی ابتدا رک گئی اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک اور فعل سے ایک دوسرے

فتنہ کی مدافعت بھی ہوگئی۔ وہ پیشواؤں کے غیر شرعی امور وافعال سے چشم پوشی کرنے کا فتنہ ہے اور ان کے خلاف شرعی احکام کی تعمیل کو بھی واجب جاننا ہے۔ حالانکہ یہی اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنانا ہے۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ امام احمد رحمۃ اللہ جو ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ طحاوی۔ ابوبکر بن شیبہ اور ابن عبد البر رحمہم اللہ اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں۔

اِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰی بِالنَّاسِ بِمِنَیً اَرْبَعًا فَاَنْکَرَ النَّاسُ عَلَیْهِ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ تَاَهَّلْتُ بِمَکَّةَ مُنْذُ قَدِمْتُ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَاَهَّلَ بِبَلْدَةٍ فَلْیُصَلِّ صَلٰوةَ الْمُقِیْمِ فِیْهَا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں لوگوں کے ہمراہ چار رکعت نماز پڑھی (حالانکہ مسافر ہونے کی وجہ سے صرف دو پڑھنی ضروری تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ منیٰ میں دوگانہ ہی پڑھتے تھے) لوگوں نے اس پر اعتراض کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جس وقت سے میں مکہ میں آیا ہوں میں نے باقاعدہ یہیں سکونت اختیار کر لی ہے یعنی مکہ میں میرے اہل عیال موجود ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ اہل بنالے اسکو چاہیئے کہ اس شہر میں مقیم کی نماز ادا کرے

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ منیٰ میں دوگانہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے حج کے لئے تشریف لائے تو . آپ نے لوگوں کے ساتھ چار رکعت نماز پڑھی۔ اور ہر چند کہ دو رکعت چار رکعت میں داخل ہیں۔ مگر پھر بھی بہ سبب تغیر سنت صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے اس فعل پر انکار و اعتراض کیا۔ اور جب تک آپ سے معقول شرعی عذر نہ سن لیا خاموش نہ ہوئے۔ حالانکہ آپ اس وقت کے خلیفہ اور سب کے امام و پیشوا تھے۔ آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لاتے تھے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مسافرانہ ہوتی تھی اسلئے آپ دوگانہ پڑھا کرتے تھے مگر میری حالت اس سے مختلف ہے۔ بات یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آتے ہی مکہ شریف میں ایک عورت سے شادی کر لی تھی۔ اس لئے آپ کی حالت مکہ شریف میں مقیم کی سی ہو گئی تھی اور ایسی صورت میں اجماع کا فیصلہ ہے کہ پوری نماز پڑھنا واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیشواؤں کے ان احکام و اعمال پر اعتراض نہ کرنا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اور ان کو بلا اعتراض چھوڑ دینا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے اور پیر پرستوں کا یہ کہنا کہ پیر جو کچھ حکم دے۔ اس کو بلا تامل ماننا ضروری ہے اور اس کی دلیل میں یہ

شعر پیش کرنا کہ ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پرویں

تو یہ بالکل لغو اور بیہودہ عذر ہے۔

اُسوہ فاروق رضی اللہ عنہٗ

اس فتنہ کے دور کرنے کی تائید میں ایک واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن مجید کی آیات اتریں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ جب مشہور منافق عبداللہ بن ابی (ابن سلول) مر گیا۔ تو اس کا بیٹا جس کا نام بھی عبداللہ ہی تھا اور مخلص مومن تھا۔ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میرے باپ کی قبر پر تشریف لے چلئے۔ اور اس کی مغفرت کے لئے دعا فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دلداری کے لئے تشریف لے گئے اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنی چاہی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ لی اور کہا یا رسول اللہ ...... آپ ایک منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہو جیے اور نہ دعا فرمایئے۔ کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول کا) دشمن تھا۔ اسی جگہ نزول وحی ہوا۔ اور یہ آیت کریمہ اتری۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا
وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (پ۱۰)

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو اسکے جنازہ پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ دفن کیلئے اسکی قبر پر کھڑے ہو جیے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کیساتھ کفر کیا ہے اور حالت کفر ہی میں مرے ہیں:۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرنے کا حق حاصل تھا۔ اور اس پر نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کی تائید و موافقت میں آیت نازل ہوئی۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کی دلیل ہے۔ تو لازم آتا ہے کہ نہ تو پیروں کے آداب حد سے زیادہ بڑھائے جائیں۔ نہ ان کے اتباع کو سنت کے اتباع پر ترجیح دی جائے کیونکہ ایسا کرنا سچے مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور جو شخص رسول اللہ (صلی اللہ وسلم) کی مخالفت کریگا بعد اسکے کہ اسکو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے

نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿﴾

ہو لیا تو ہم اسکو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اسکو جہنم میں داخل کرینگے اور وہ بُری جگہ ہے پھر جانے کی :

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ

اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ

جو بات کہی گئی ہے اسکو دیکھو۔ کہنے والے کی طرف مت دیکھ

یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ایسی مکمل نصیحت ہے۔ کہ ہمیشہ کام آنیوالی ہے۔ دجال کے عہد میں جن لوگوں کا عمل اس کے خلاف ہوگا۔ وہ اس کی کرشمہ سازیوں اور شعبدہ بازیوں کی پہلی ہی جھلک میں گمراہ ہو جائیں گے اور پھر اس راہ کو جو جہنم کی طرف جاتی ہے جنت کی راہ سمجھ کر اس کے پیروؤں میں داخل ہو جائیں گے۔

خیر الناس کا قصہ صحیحین میں ایک واقعہ دجال کے ذکر میں آتا ہے۔ کہ جب دجال مدینہ کے قریب ایک بنجر زمین میں پہنچیگا۔ تو ایک شخص جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ

وہ سب لوگوں سے اچھا ہوگا۔ یا اچھے لوگوں میں سے ہوگا

دجال کے پاس آئے گا اور کہے گا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے۔ جس کی نسبت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی۔

دجّال حاضرین سے کہیگا اگر میں اس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو کیا میری صداقت میں کچھ شک ہے۔ اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے۔ نہیں تو دجال اس کو قتل کر کے زندہ کرے گا مگر وہ شخص پھر بھی یہی کہے گا۔ کہ اب تو مجھے یقین آگیا۔ کہ تو واقعی دجال موعود ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کی خبر بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشینگوئی میں دی ہوئی ہے۔ اب کے دجّال دوبارہ اس کو قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔ مگر نہ کر سکے گا۔

الحمد للہ کہ ایمان و اسلام کا انحصار خارق عادات کے ماننے پر نہیں رکھا گیا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو کوئی شخص بھی دجال کے عہد میں کفر سے نہ بچ سکتا۔

حاصل یہ کہ اس وقت بھی ہم پر لازم ہے کہ کسی کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے موافق ہو تو مانیں ورنہ رد کریں۔ نہ اس پر عمل کریں۔ اور نہ اس کو حجت جانیں :-

باب ذکرِ مشائخ

مشائخ کا فعل حجت نہیں

شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہٗ

شیخ الاسلام نصیر الدین محمود قدس سرہٗ جو چراغ دہلی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مشائخ کا کوئی فعل حجت نہیں۔ بعض لوگوں نے آپ کے اس قول پر اعتراض کیا تو حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کرنے والوں کو کہا۔ کہ نصیر الدین محمود صحیح کہتا ہے۔

شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

سیر المشائخ میں لکھا ہے کہ ایک دن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے اپنی نشستگاہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے مرید وضو کر رہے تھے۔ جب آپ کو دیکھا۔ تو وضو چھوڑ دیا۔ لیکن ایک مرید وضو کرتا رہا اور فراغت پا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کیا حضرت شیخ نے اس کی یہ ادا پسند کی اور لوگوں کو کہا۔ بھائی تم نے اچھا کیا کہ خدا کی تعظیم کو مخلوق کی تعظیم پر مقدم رکھا۔

اسوۂ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں کو آداب سکھانے کے لئے اس سے بڑھ کر ایک واقعہ حدیث میں آتا ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے یمن سے مدینہ آئے ابھی اونٹوں پر ہی تھے کہ چہرہ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھ لیا سب کے سب اونٹوں سے نیچے کود پڑے اور بھاگ کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ مگر اس جماعت میں ایک شخص تھا۔ جو پہلے مسجد (نبوی) میں گیا دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر سب سے زیادہ خوشی اور شفقت کا اظہار کیا۔

اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور

مشائخ سالکین رحمۃ اللہ علیہم کے حالات میں ملتے ہیں ۔

علم کی فضیلت

اصل میں ساری مصیبت جہالت اور بے خبری کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ	کیا ارباب علم اور جاہل لوگ برابر ہو سکتے ہیں۔ یقیناً
لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (پ)	وہی لوگ نصیحت اندوز ہوتے ہیں۔ جو اہل عقل ہیں

ایک حدیث میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رجب کی رات میں مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما یہ آیت پڑھکر رو رہے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ	اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال
وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پ۱۱)	جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں ۔

تو یہ خشیت الٰہی کی دولت تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے علم کی بدولت ان کو عطا فرمائی تھی۔ علم وہ چیز ہے۔ جس کی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا تلقین فرمائی حالانکہ خود ان کو سارے جہان کے لئے معلّم بنا کر بھیجا۔

رَبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا (پ۱۶ ع)	اے میرے پروردگار میرا علم بڑھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ	علم حاصل کرنا ہر مسلم مرد و عورت پر فرض ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ؎ شعر

چو شمع از پے علم باید گداخت ۔۔۔ کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

مگر جاہل صوفی جن کے متعلق بجا طور پر کہا گیا ہے۔ کہ

مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ	جو شخص تصوف اختیار کرتا ہے بحالیکہ اسے سمجھا نہیں وہ زندیق ہو جائیگا

اس آیت اور حدیث کے معانی الٹ کر یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جس علم کو حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ وہ علم ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ ان لٹیروں نے اس فریب سے کئی لوگوں کو لوٹا اور ایسا برباد کیا ہے۔ کہ معرفت کی راہ اور صراط مستقیم ان پر ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی

اللہ تعالیٰ ایسے وسوسہ اندازوں کے شر سے بچائے جو لوگوں کے سینوں میں شیطان کی طرح وسوسہ اندازی کرتے رہتے ہیں۔

یہ بدبخت علم جیسی نعمت کو جسے حاصل کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر فرض فرمایا۔ دماغ سوزی قرار دیتے ہیں۔ اور ذومعنی اشعار سنا سنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور آیات و احادیث کے معانی اور بزرگوں کے اقوال کا مفہوم الٹ کر جاہلوں کے ایمان لوٹتے رہتے ہیں۔ مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھتے ہیں ؎

علم حق در علم صوفی گم شود   ایں سخن کے باور مردم شود

کہ تصوف کے علم میں ہی حق کا علم گم ہے۔ مگر لوگ اس حقیقت کو کب مانتے ہیں۔

ان میں سے جو عربی جانتے ہیں۔ وہ عربی عبارتیں اپنے مدعا کی تائید میں پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ بے فہم و جاہل مخاطب اسے فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ان کا مطیعُ منقادُ ہو جائے۔ مثلاً یہ سُناتے ہیں۔ کہ

اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَکْبَرُ وَالْجَھْلُ عِنْدِی اَحَبُّ مِنَ الْعِلْمِ

علم بہت بڑا پردہ ہے اور جہالت مجھے علم کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے۔

حاشا و کلا ایسے وہم میں ڈالنے والے کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرمودہ نہیں ہو سکتے صوفیائے متاخرین کا قول ہے کہ العلم حجاب الکبر میں العلم سے مراد خودی کا علم ہے۔ جو انسان کو خراب کرتا ہے۔ یعنی کسی شخص کا اپنے آپ کو بمثل عالم سمجھ لینا ایک ایسا حجاب ہے۔ کہ جس کے سبب سے علوم الٰہی کے دروازے اس پر وا نہیں ہو سکتے اور اَلْجَھْلُ عِنْدِی اَحَبُّ مِنَ الْعِلْمِ میں الجہل سے مراد عارفانہ تجاہل ہے۔ جیسے کوئی شخص عالم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو جاہل سمجھے۔ تاکہ نفس کی شرارت سے محفوظ رہے۔

تو ان اقوال کو اگر بدرجۂ اقل بزرگان دین کے اقوال بھی تسلیم کر لیا جائے۔ جب بھی ان کے معانی یہی ہو سکتے ہیں۔ جو صوفیائے متاخرین نے بیان کئے ہیں نہ وہ جو یہ فرقہ ضالہ بیان کرتا ہے

سلطان الاولیاء ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ اجلہ مشائخ میں سے ہیں۔ آپ نے کئی سال علوم دین کی تحصیل اور ریاضت و مجاہدہ کی سعادت حاصل کرنے میں صرف کئے

آپ کی ایک رباعی ہے۔

ہرگز دل من زِ علم محروم نہ شد کم بود زِ اسرار کہ مفہوم نہ شد
ہفتاد و دو سال سعی کردم شب و روز معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

ترجمہ:- میرا دل علم سے محروم نہیں رہا۔ بہت کم ایسے بھید ہیں جو مجھ پر نہیں کھلے بہتیرے برس دن رات میں نے طلب علم میں کوشش کی۔ مگر بالآخر یہی معلوم ہوتا تھا کہ مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔ گویا کہ یہ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کا صحیح ترجمہ ہے۔

انصاف کی نظر سے دیکھو بزرگانِ دین کے کلام اور ان بھیڑیوں کے شور میں کتنا فرق ہے یہ تو اصل میں لوگوں کو پھاڑ کھانے کے لئے دنیا کے جمعدار بنتے ہیں۔ اور شیخ سدّو کی طرح جو حقیقت میں راہ دین کے لئے سدِّ راہ ہے تصوف کا دعویٰ کر کے ناجائز طریقہ سے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے رہتے ہیں۔ ع بہ بیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا۔

اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا۔ اصل میں علماء حق کے اٹھ جانے سے علم خود بخود اُٹھ جائیگا یہاں تک کہ جب ایک بھی عالم ربانی باقی نہ رہیگا۔ تو لوگ جاہلوں کو امام و پیشوا بنا لیں گے ان سے مسائل پوچھینگے وہ بغیر علم کے فتویٰ دینگے پس خود گمراہ ہونگے۔ اور دوسروں کو گمراہ کرینگے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الضَّلَالِ وَنَسْئَلُكَ الْعِلْمَ وَالْهِدَايَةَ۔

الٰہی ہم گمراہی سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور علم و ہدایت کا تجھ سے سوال کرتے ہیں۔

غلوّ فی الدّین

قرآن مجید کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دین میں مبالغہ کرنا وہ فتنہ ہے۔ جس نے اہل کتاب کو گمراہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے بنی اسرائیل سے فرماتا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا

اے اہل کتاب اپنے دین میں سچائی اور حقیقت کے خلاف غلو نہ کرو اور اس قوم کی خواہشات کی پیروی مت کرو جو

مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ
سَوَآءِ السَّبِيْلِ ط (پ۵)

تم سے پہلے گمراہ ہو چکے۔ اور جس نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور
خود راہ راست سے بھٹک گئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا گمراہی ہے۔ چاہے وہ اپنی ہوں یا غیر کی راہِ راست یہی ہے۔ کہ دین میں غلو اور مبالغہ نہ کیا جائے ۔ مگر مسلمان اس فتنہ میں اسی طرح مبتلا ہو گئے جس طرح بنی اسرائیل مبتلا ہوئے تھے۔ اور علمائے حق کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرتے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

عُلَمَآءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ

میری امت کے علمآء انبیائے بنی اسرائیل کی مانند ہیں

بنی اسرائیل میں ایک جماعت کا یہی حال تھا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں اسطرح فرمایا ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ
عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ط كَانُوْا
لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ
مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (پ۶)

بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا وہ حضرت داؤد اور عیسیٰ
ابن مریم علیہما السلام کی زبان سے لعنت کئے گئے یہ اس
لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے۔ ان کا یہ معمول
تھا۔ کہ ایک دفعہ برائیوں میں پڑ جانے تو باز نہیں آتے
تھے۔ ان کا یہ فعل بیشک بہت برا تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتکاب معاصی پر اصرار کرنا ہی اس بدنصیب گروہ کی گمراہی کا سبب بنا۔ جس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ منکرات کو مباح کہنے لگے اور جب انبیاء نے اس سے منع فرمایا تو حکم عدولی کرنے لگے اور خدا کی لعنت کے سزاوار ہو گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر اس لئے لعنت فرمائی تھی کہ سبت کے روز جس میں شکار کھیلنا ممنوع تھا۔ حیلہ بازی کر کے مچھلیوں کا شکار کرتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس لئے لعنت فرمائی کہ ان کی دعا سے فرستادہ نعائم میں سے جن کا ذخیرہ رکھنا ممنوع تھا۔ کچھ حصہ چرا کر فروخت کر ڈالتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے خلاف عمل کرنا اور حیلہ بازی سے حلال کو حرام بنا لینا خدا کی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔

فقہاء کے نزدیک معصیت کو مباح جاننا ہی کفر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ

عنہا کے حق میں بدزبانی کرنا بھی کفر ہے۔

الصوفی لامذہب لہٗ

غرض یہ قبر پرست پیر پرست۔ آثار پرست اور تصویر پرست وہ تمام چیزیں کرتے ہیں۔ جو مشرکان قدیم وجدید کرتے ہیں اور جب سمجھایا جائے تو انہی کا سا جواب دیتے ہیں۔ جاہلوں سے کہتے ہیں۔ پیر پرستی خدا کو مقبول ہے اور تعلق باللہ کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ مُلا لوگ یونہی بکواس کرتے ہیں۔ ان کی باتیں قطعاً نہیں سنی چاہئیں۔ صرف پیروں نے ارشادات کو دل میں جگہ دینی چاہیئے۔ حنفی، شافعی کے فضول جھگڑوں میں ہرگز نہیں پڑنا چاہیئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ الصوفی لامذہب لہٗ صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المذہب تھے

واضح ہو کہ حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مذہب حنبلی رکھتے تھے۔ اور فتویٰ شافعی مذہب کا دیتے تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ شافعی تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی شافعی تھے۔ اور خواجہ عبد الخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ احمد لسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ نقشبندیہ اور لسویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حنفی المذہب تھے

کوئی پوچھے یہ لامذہب صوفی جو اپنے بزرگوں کو بدنام کرنیوالے ہیں۔ قیامت کے دن کس جماعت میں اُٹھینگے۔ ان کے القاب تو دیکھو کوئی قادری کہلاتا ہے۔ کوئی چشتی کوئی سہروردی کوئی نقشبندی یہ القاب علویہ۔ جعفریہ۔ افطحیہ۔ اقطیہ۔ زیدیہ۔ اثنا عشریہ اور مہدیہ جعفریہ۔ امامیہ کی طرح بالکل جھوٹے اور بے معنی ہیں۔ جن بزرگوں کی طرف یہ لوگ اپنی نسبت کرتے ہیں۔ ان کے عقائد و اعمال میں سے تو ایک چیز بھی ان کے پاس نہیں۔ اوحدی نے کہا ؎

روحِ قرآن بر آسمان بردند　　نقدِ تحقیق از میاں بردند
در حقیقت بدست کورے چند　　مصحفے ماند و کنہ کورے چند
کور باکس سخن نمے گوید　　سرِ قرآن کسے نمے جوید

ترجمہ۔ قرآن کریم کی روح آسمان پر چلی گئی۔ اور تحقیق بھی لوگوں کے درمیان سے اٹھالی گئی اصل

میں اب تو چند اندھوں کے ہاتھوں میں قرآن مجید اور اس پر چند اعتراضات رہ گئے ہیں۔ اب یہ حال ہے کہ اندھا نہ کسی سے بات کرتا ہے نہ کوئی خود قرآن کے معنی تلاش کرتا ہے۔ یعنی قرآن مجید میں غور نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ۔ (پ۱۶)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی عُلَمَآءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کی رسم ہی ہوتی رہ جائے گی۔ مسلمانوں کی مسجدیں نمازیوں سے بھرپور رہوں گی مگر ہدایت کا نام و نشان تک ان میں نہ ہوگا اس وقت کے علماء دنیا میں بدترین خلائق ہوں گے انہی سے ایک فتنہ پیدا ہوگا۔ اور انہی کی طرف لوٹے گا۔

اس حدیث کو ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے۔ ہاں بعض اللہ کے بندے آج بھی موجود ہیں۔ جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اگر ایسی ہستیوں کا وجود بھی ہم میں نہ ہوتا تو اسلاف کی بزرگی و پارسائی بھی ان نام نہاد جاہل صوفیوں کی ناشائستہ حرکات کی وجہ سے مشتبہ ہو جاتی۔

بت پرستوں اور قبر پرستوں میں مشابہت

(۱) جس طرح بت پرست بتوں کو ریشمی لباس پہناتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ قبروں پر ریشمی غلاف ڈالے رکھتے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر قبر پیر کی قائمقام ہے جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ تو جس طرح پیر کے لئے ریشم پہننا حرام تھا۔ اس کی قبر کے لئے بھی حرام ہوگا۔ اور اگر قبر پیر کی قائم مقام

نہیں۔ تو تمہارا اس سے مرادیں مانگنا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔

(۲) جیسے بت پرست حاجت روائی کے لئے بتوں اور ان کے مجاوروں کے لئے نذریں لے جاتے ہیں۔ ویسے قبر پرست بھی اپنی جملہ مہمات میں بزرگوں کو قبروں اور ان کے مجاوروں کے لئے نذر و نیاز لے جانا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۳) بت پرستوں کی ایک یہ بھی عادت ہے۔ کہ ہر بت کی زیارت کے لئے ایک دن شمسی ماہ کے حساب سے مقرر کرتے ہیں۔ جس میں تمام اکٹھے ہو کر پھول، شیرینی، نقد اور جنس و غلہ وغیرہ اس پر چڑھاتے ہیں۔ اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ پیر پرست بھی ہر قبر کی زیارت کے لئے قمری ماہ کا ایک دن مقرر کرتے ہیں۔ جس میں نہ صرف اکٹھے ہو کر وہ سب کچھ کرتے ہیں۔ جو مذکور ہوا بلکہ سرود و رقص و ارتکاب فواحش بھی کرتے ہیں۔ پیر کا مجرا سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور جو (در حقیقت) یوم الحساب کو ان کے بداعمال میں محسوب ہوگا۔ افسوس اس جماعت نے لہو و لعب کو دین کی طرح محکم پکڑ رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کافر فرمایا ہے۔ جو دین کو لہو و لعب بنا لیتے ہیں۔ اور ان پر جنت کا آب و دانہ حرام کر دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ
يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (پ)

اللہ تعالیٰ نے جنت کا آب و دانہ کافروں پر حرام کر دیا ہے جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سو آج ہم بھی ان کو اسی طرح بھلا دینگے جسطرح انہوں نے اپنے اس ملاقات کے دن کو بھلا دیا تھا اور جسطرح ہمارے احکام کا انکار کرتے تھے۔

(۴) بت پرستوں کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ مقررہ ایام میں اپنے بتوں کو سجا کر جلوس نکالتے ہیں۔ پیر پرست اور قبر پرست بھی جھوٹی قبروں کا تعزیہ بنا کر ایام عاشورہ میں گھماتے ہیں۔

(۵) بت پرست اپنے بتوں کے نام کے جھنڈے بلند کرتے ہیں اور ان کو بتوں کا قائم مقام سمجھ کر ادب سے اٹھائے پھرتے ہیں۔ پیر پرست بھی شاہ مدار، خواجہ معین الدین چشتی سالار مسعود غازی اور سخی سرور سلطان رحمہم اللہ کے نام کے جھنڈے ایام مقررہ میں اٹھا کر پھرتے ہیں۔ اور گلی کوچوں میں گھما گھما کر ان کی منسوبہ قبروں پر گاڑ دیتے ہیں۔ اور اس تمام کارروائی کو کارِ ثواب

جانتے اور مشکلات کے حل کا ذریعہ سمجھ کر کرتے ہیں

بیرونی شہادت بعض اہل علم باہر سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ جنھوں نے یہ سب کاروائیاں بچشم خود ملاحظہ کیں۔ اس جماعت کے حالات دیکھے اور ان کی باتیں سنیں۔ ان بزرگوں میں سے بعض کے یہ الفاظ ہیں۔

هٰؤُلَاءِ عِنْدَ الشُّيُوْخِ وَالْقُبُوْرِ يَقْتَدُوْنَ بِكَفَرَةِ الْهِنْدِ وَفِيْ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ۔	یہ لوگ قبروں پر اور اپنے پیروں کے سامنے اسی طرح کرتے ہیں۔ جس طرح مشرکین ہند اپنے بتوں کے سامنے عبادت کے وقت کرتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔	پس چاہیئے کہ بتوں ناپاکی سے بچے رہو۔ نیز جھوٹ بولنے سے

(۶) آتش پرستوں اور بت پرستوں کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ سال میں ایک دن بتوں کی عید مناتے ہیں۔ ان کی مانند یہ لوگ بھی عید غدیر مناتے ہیں۔ بزرگوں کے عرس منعقد کرتے ہیں مشرکین کی طرح داد عیش وطرب اور لہو ولعب دیتے ہیں اور شیطانوں کی خبیث ارواح کو خوش کرتے ہیں۔

ایک عابد کا واقعہ چنانچہ بعض معتبر لوگوں کی زبانی سنا۔ کہ ایک عابد خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر آیا کرتا تھا۔ اور ایام عرس میں ایک عالم کے پاس فروکش ہوا کرتا تھا۔ اس نے دیکھا جس عالم کے پاس ٹھیرتا ہے۔ وہ عرس میں شریک نہیں ہوتا۔ اس نے وجہ پوچھی تو عالم نے کہا۔ ایام عرس میں زیارت کرنا کچھ ضروری نہیں۔ بلکہ اہل بدعت کے مجمع کو رونق نہ دینا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو عیدگاہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد عابد مذکور نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے کمر تک قبر سے باہر نکلے اور لوگوں کے اژدحام وہجوم سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر عابد مذکور نے بھی عرس میں شامل ہونا چھوڑ دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ممانعت سے کہ میری قبر کو عیدگاہ نہ بنانا۔ فائدہ اٹھایا۔

علامہ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کا خیال علامہ ابوالعباس احمد رحمۃ اللہ علیہ مفتی شام جو اپنے

زمانے میں حجت الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ اپنی تصنیف صراط مستقیم میں زیر حدیث مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ کہ جس نے کسی قوم کی ریس کی۔ وہ انہی میں سے ہے۔ لکھتے ہیں۔ مشرکین کے ساتھ ہر قسم کا تشبہ ممنوع ہے۔ اس کی تائید حضور کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔

خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ کہ مشرکوں کی مخالفت کرد۔

علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے۔ جس کا نام ہے باب تحریم تشبیہ بالکفار دراعیاد ورسوم وعادات۔ اور اس میں آیات احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے تمسک کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی عیدوں اور رسوم وعادات میں کفار کی ریس کرنا حرام ہے۔ آگے چل کر زیر حدیث

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا نَزَعَ اللّٰہُ کہ جب کسی قوم نے بدعت ایجاد کی اللہ تعالیٰ نے اس
عَنْھُمْ مِنْ سُنَّتِھِمْ مِثْلَھَا۔ کی مثل ان سے ایک سنت اٹھالی۔

لکھتے ہیں۔

ایام عاشورہ کی بدعات جو شیعہ وروافض کرتے ہیں۔ تشبہ بالکفار میں داخل ہیں۔ آگے لکھتے ہیں۔

پتھروں کا طواف کرنا ایام جاہلیت کی رسم تھی۔ اب اس کی مثل قبوں کا طواف کرنا ایجاد کیا گیا ہے۔ یہ ہرگز اسلامی رسم نہیں۔ اس کے لئے اجتماع کرنا اور اکٹھے ہوکر قبور کے پاس گانا بجانا منکرات میں سے ہے۔

پھر لکھتے ہیں

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چلا چلا کر دعا کرنا۔ اور دعاؤں میں حد سے زیادہ ہاتھوں کو بلند کرنا اور قبروں پر ذکور اور اناث کا اکٹھا ہونا بدعت ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

عید کی دو قسمیں ہیں۔ عید مکانی اور عید زمانی یعنی کسی مقام پر اکٹھے ہونا یا مقررہ روز جمع ہونا اور فرماتے ہیں۔

کسی مقام پر جمع ہونا مقررہ روز جمع ہونے سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ بت پرستی سے مشابہ

ہے۔ کیونکہ کسی مقام پر بت پرست اس لئے جمع ہوتے ہیں۔ کہ اس مقام کے بت کی خوشنودی حاصل کریں اسی طرح قبہ پرستوں کا کسی جگہ جمع ہونا بھی اس لئے ہوتا ہے کہ اس بزرگ کی خوشنودی حاصل ہو۔

ایّام جاہلیت میں لاتؔ مناتؔ اور عزّیٰ کے پاس اجتماع ہوتا تھا۔ اہل عرب کے یہ تین بت تھے۔ لاتؔ اہل طائف کا بت تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ کسی نیک آدمی کا نام تھا۔ جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ جب مرگیا لوگ اس کی قبر پر جمع ہونے لگے آہستہ آہستہ اس کا مجسمہ بنالیا اور اس کی پرستش کرنے لگے۔

مناتؔ مدینہ والوں کا بت تھا۔ لوگ اسے اِلٰہَ الْعَالَمِ کہا کرتے تھے۔ اور اس کے قریب اپنی قربانیاں کیا کرتے تھے۔

عزّیٰ ایک درخت کا نام تھا۔ جس کے پاس لوگ قربانیاں کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ لوگ اس درخت کی عزت کرنے لگے اور اس کے نام کا بت بنا کر اس کی پوجا شروع کردی۔ اسی طرح ذات انواط ایک درخت تھا۔ جس پر کفار جنگ کے وقت ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا درخت مقرر کردینے کی درخواست کی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور اسے تشبہ بالکفار قرار دیا۔

آگے لکھتے ہیں

جب درخت پر ہتھیار لٹکانے میں کفار کی ریس کرنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ بالکفار قرار دیا۔ تو جو شخص کسی قبر پر قبہ بنائے۔ اس سے حصول برکت کی امید رکھے اور مساجد کی بہ نسبت قبر میں نماز اور ذکر و دعا کو افضل جانے اُس کا کیا حال ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

یہ لوگ قبروں پر روشنی کرنے کے لئے تیل ڈالنے کی نذر مانتے ہیں حالانکہ فقہاء کے نزدیک ایسی نذر ماننا ناجائز ہے۔ چنانچہ ایسی نذروں کے متعلق فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نذر ماننے والے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال ہے۔ اور ان کے دربانوں مجاوروں، خادموں اور معتکفین کے لئے نقدی وغیرہ کی نذریں ماننا بھی ناجائز ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

یہ دربان تولات اور عزی کے دربانوں کی مانند ہیں۔ جو لوگوں کا مال ناجائز طریق سے کھاتے اور ان کو صراط مستقیم سے روکتے ہیں۔ اور یہ مجاوران لوگوں کی مانند ہیں۔ جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ۝

کہ یہ مورتیاں ہیں کیا چیز۔ جن پر تم صبح وشام بیٹھے رہتے ہو۔

تمام وہ قدم اور قبریں جو بلا سند انبیاء و صلحاء کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً مسجد الکف (دمشق) میں ایک ہتھیلی کی تصویر رکھی ہوئی۔ جسے حضرت علی علیہ السلام کی ہتھیلی کہا جاتا ہے۔ سب اسی حکم میں داخل ہیں۔

(۷) ہندو ہر سال کرشن جی کا یوم ولادت مناتے ہیں۔ یہ لوگ بھی ۱۳ر رجب کو ہر سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت مناتے ہیں۔ مزید برآں مجوس کی طرح نوروز بھی مناتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ کہ ہر دن ہمارے لئے نوروز ہے۔

(۸) ہنود ملاقات کے وقت سلام کی بجائے جے سیتا رام یا رام رام کہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی سلام کی بجائے یا علی مدد کہتے ہیں۔

(۹) مشرک اقوام میں اگر بڑا آدمی مرجائے تو میت کے ساتھ باجہ بجاتے ہیں۔ جاہل مسلمان اور پیر پرست بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

(۱۰) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے کہ بت خانوں میں عبادت کے وقت ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ سے تقرب کا ذریعہ اور اس کی رضامندی کا وسیلہ سمجھتے ہیں قبر پرست بھی قبروں پر باجے اور ڈھول بجاتے ہیں۔ اور (قوالی وغیرہ) ممنوع چیزیں با وضو ہو کر سنتے ہیں۔

(۱۱) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ بالکل برہنہ رہنے والوں کو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ سے بھنگ جیسی منشی چیز متبرک جان کر نوش کر جاتے ہیں۔ (اسی طرح پیر پرست مجاوروں کے حکم سے بھنگ اور چرس کا استعمال شروع کر دیتے اور نماز پڑھنا ترک کر دیتے ہیں)

(۱۲) مشرکین صبح کے وقت بزرگوں کا شجرۂ نسب وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ پیر پرست

بھی ہر روز پیر کا نسب نامہ اہتمام اور التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور اس کے مقابل فرض نماز کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۱۳) مشرکین پانی پلانے والی جگہ کا نام جسے عرف عام میں سبیل کہتے ہیں۔ اپنے بزرگوں کے نام پر رکھتے ہیں۔ پیر پرست بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام کی سبیل لگانے اور انہی کے نام سے پانی پلاتے ہیں۔ اور اس فعل کو حضرت امام علیہ السلام کی نذر کہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی نذر ماننا قطعاً حرام ہے۔ کاش اس کے بجائے اگر یوں کرتے کہ محتاج کو کھانا وغیرہ اللہ کی رضامندی کے لئے کھلا کر اس کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا کسی اور کو پہنچا دیتے تو ثواب بھی ہوتا اور شریعت کی پابندی بھی برقرار رہتی۔

(۱۴) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ بتوں کے نام پر جانور کھلا (آزاد) چھوڑتے ہیں۔ پیر پرست بھی قبور کے نام پر جانور کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔

(۱۵) مشرکین ادب کی وجہ سے بتخانہ کو ٹھاکر دوارہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ تعزیہ خانہ کو امام باڑہ کہتے ہیں۔

(۱۶) مشرک بتوں کی نیاز کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نیاز کو متبرک سمجھتے ہیں۔

(۱۷) ہنود بتوں کی پوجا کے بعد ماتھے پر قشقہ لگاتے ہیں۔ قبر پرست بھی مجاوروں کے ہاتھ سے قبر کے پرانے غلافوں کے ٹکڑے سر پر بندھواتے ہیں۔

(۱۸) مشرک بتخانہ کے خادموں کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ اور انہیں خدا کے ہاں اپنا وکیل و شفیع سمجھتے ہیں۔ قبر پرست بھی مجاوران قبور کو خدا کے ہاں اپنا شفیع سمجھتے اور ان کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں۔

(۱۹) ہنود کا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد چھتیس ۳۶ جیونوں میں بدلتا ہے کوئی کسی جانور کی شکل میں۔ کوئی کسی جانور کی شکل میں، قبر پرستوں اور پیر پرستوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے شیطان کو تصرف کی قوت بخشی ہے۔ اس کے ساتھ وہ ہمیشہ انسان کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ سلف سے حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ منقول ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مجھے ایک بے آب و گیاہ جنگل میں چند روز ٹھیرنا پڑا۔ اتفاقاً ایک دن مجھے پیاس شدت سے لگی ہوئی تھی۔ میں پانی کی تلاش کرنے لگا۔ مگر نہ ملا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ جس سے پانی برسنے لگا۔ بارش ختم جانے کے بعد بادلوں میں سے ایک روشنی نکلی۔ جو تمام آسمان پر پھیل گئی اس روشنی میں ایک عجیب صورت نمودار ہوئی۔ جو مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں۔ تم پر تمام چیزیں حلال کرتا ہوں۔ جو جی چاہے کھاؤ اور جو پسند ہو کرو۔ میں نے کہا اے ابلیس ملعون دور باش اور استغفار پڑھنے لگا۔ اسکے بعد وہ صورت ناپید ہو گئی اندھیرا چھا گیا اور آواز آئی۔ اے شیخ تو نے اپنے علم و مرتبہ کے سبب مجھ سے نجات پائی۔ ورنہ میں اس مقام پر ستر بزرگوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے الحمدللہ پڑھا اور کہا اے ملعون علم و مرتبہ کے سبب سے نہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نجات پائی ہے

اس واقعہ پر غور کرو۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری کلمات کو پھر پڑھو۔ کہ ابتلاء میں ثابت قدم رہنے کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا۔ آپ فرماتے ہیں۔

مجھے اپنی ذات پر کبھی بھروسہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اعتماد رہا ہے جس طرح اس نے اس امتحان سے بچایا۔ آرزو ہے کہ اسی طرح آخری منزل تک اس کا فضل شامل حال رہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اخبار الاخیار میں لکھا ہے اور حضرت شیخ نے اپنی تصنیف فتوح الغیب میں بھی ذکر کیا ہے۔

یاد رہے کہ اس سے زیادہ تصرف شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے حاصل ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے

کہ انسان آخری دم تک شیطان کے فریب سے غافل نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے امتحان میں ثابت قدم رہنے کے لیے اس کے فضل کا طالب رہے۔

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پ) تو خدا کی مخفی تدبیروں سے بے خوف نہیں ہو سکتے مگر وہی جو تباہ ہونے والے ہیں۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جیسا واقعہ کسی دوسرے کو پیش آجائے اور وہ ثابت قدم رہے۔ تو اس کو مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اب سلوک کی تمام منزلیں طے کر چکا ہوں۔ اور شیطان کے فریب سے وراءُ الوراء مقام پر پہنچ گیا ہوں۔

بھلا جہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ستر بزرگ گمراہ ہو گئے ہوں۔ وہاں کسی کو اپنی ذات پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔

نجات کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب وسنت کا دامن نہ چھوڑے اس کے موافق احوال کو قبول کرے اور ناموافق کو رد کرتا رہے۔

واقعہ مذکور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ کہ ؎

بے علم نتواں خدا را شناخت ترجمہ: جاہل خدا کو نہیں پہچان سکتا

اور علم ومعرفت بغیر فقہ پڑھنے کے حاصل نہیں ہوتی۔ نہ دین درست رہ سکتا ہے۔ اور نہ سلوک کی منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔ اور فقہ بغیر علم قرآن وحدیث کے حاصل نہیں ہو سکتی چنانچہ کہا گیا ہے۔ کہ

علم دیں فقہ است وتفسیر وحدیث ہر کہ گیرد غیر ازیں گردد خبیث

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن، حدیث اور فقہ سے جاہل رہنے کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آدمی شیطانی وساوس کا شکار ہو کر خبیث ہو جاتا ہے۔ ہر وقت نفسانی خواہشات کی طرف دھیان رہتا ہے اور استدراج کی وجہ سے چاہِ ضلالت میں گر کر اپنے آپ کو لوگوں کا امام وپیشوا سمجھنے لگتا ہے۔

قصہ تلاوت سورۃ النجم

لکھتے ہیں کہ شیاطین میں سے ایک سفید شیطان ہے۔ جو لوگوں کو مذکورہ بالا طریق سے گمراہ کرنے کے کام پر مامور ہے۔ سورۃ النجم

کے قصہ میں مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورت نماز مغرب میں پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی کیا تم نے لات عزّٰی اور تیسرے منات کو دیکھا

تو سفید شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر یوں کہدیا۔

تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی کہ یہ بڑے بت ہیں ان کی شفاعت کی توقع کی جا سکتی ہے

یہ سن کر مشرکین آپ سے خوش ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ سجدۂ تلاوت میں شریک ہو گئے اور کہنے لگے۔

آج تو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے بتوں کی تعریف کی۔ شاید اب ہم میں موافقت ہو جائے۔

محققین اہل سلوک نے کہا ہے کہ سفید شیطان کی منجملہ دیگر خصوصیات کے سب سے خطرناک خصوصیت یہ ہے کہ ظلمات کو نور سے مشتبہ کر دیتا ہے اور معصیت اور گنہ گاری کو اطاعت مقبول اور نور تجلی کر کے دکھا دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے متبع نار کو نور سمجھ لیتے۔ اور دوسرے دل کو اس اطاعت کی طرف دعوت دینے لگتے ہیں۔ ایسے وقت میں بغوائے

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (پ۱۸) اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت فرماتا ہے۔

مومن لوگ جو مضبوطی سے شریعت کی راہ پر قائم رہنے کی وجہ سے شیطانی مکائد سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس طرح اعلان کرتے ہیں۔

وَیٰقَوْمِ مَالِیْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَی النَّجٰوةِ وَ اور اے میری قوم یہ کیا بات ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف دعوت
تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ دیتا ہوں۔ اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے بلاتے ہو
وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ اَنَا کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دوں اور اسکے ساتھ دوسروں کو شریک کروں
اَدْعُوْكُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ (پ۲۴) اور میں تمہیں زبردست بخشنے والے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

مگر جاہل لوگ شیاطین کی دعوت پر لبیک کہتے اور ان کے ہاتھ سے صدور استدراج دیکھ کر ان کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں اور جو لوگ عُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا کو پکڑتے ہیں۔

ہر وقت ہر جگہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ منڈوی اور شیخ عبدالحق ؒ دہلوی کے واقعات

شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ منڈوی کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔

بعض اوقات استدراج سے فاسق اور بدعتی لوگوں کو ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ عوام کے دل اپنی طرف کھینچ لیتے۔ اور شریعت سے بے خبر لوگوں کو راہ حق سے متزلزل کر دیتے ہیں چنانچہ اپنا ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ مجھے دکن جانے کا اتفاق ہوا۔ میں قاضی شہر عبدالعزیز کے ہاں فروکش ہوا۔ قاضی صاحب سے میں نے ایک روز پوچھا آپ کے شہر میں کوئی صالح اور فقیر منش آدمی ہو تو بتلائیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا ایک شخص ہے تو سہی۔ مگر میں اس کی خلاف شرع حرکات کی وجہ سے اس سے خوش نہیں ہوں، بہرحال میں اس فقیر کے پاس گیا اور دیکھا کہ ایک بلند مقام پر بیٹھا ہے۔ اردگرد ذکور و اناث کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ فقیر نے مجھے آتا دیکھ کر خوش آمدید کہا اور آؤ بھگت کرنے کے بعد شراب منگائی پہلے خود پی پھر مجھے دی میں نے کہا میں نہیں پیوں گا۔ یہ حرام اور ممنوع ہے۔ اُس نے کئی بار کہا مگر میں انکار ہی کرتا رہا آخر کہنے لگا دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ یہ سن کر میں چلا آیا اور کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کیا۔ رات کو جو سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت باغ ہے۔ جس میں بیشمار میوہ دار درخت ہیں اور نہریں بہ رہی ہیں۔ لیکن راہ اس قدر پر خطر ہے اور دشوار گذار ہے کہ وہاں تک پہنچنا سخت مشکل ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فقیر شراب کا پیالہ لئے ہوئے آن پہنچا۔ اور کہنے لگا اگر یہ شراب کا پیالہ پی لو۔ تو اس باغ میں پہنچا دوں گا۔ میں نے پھر انکار کیا اس کشمکش میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے لاحول الخ پڑھی اور کروٹ بدل کر پھر سو گیا لیکن پھر یہی واقعہ پیش آتا پھر جاگ پڑتا اور لاحول الخ پڑھتا آخر جب کئی مرتبہ یہ صورت پیش آئی۔ تو میں تنگ آکر اٹھ بیٹھا وضو کیا نوافل پڑھے درود شریف پڑھا اور دعا مانگ کر سو گیا۔ اب کے خواب میں اپنے

آپ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر پایا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عصا ہے۔ اور وہ بدعتی وہاں بھی آن پہنچا۔ اور مجھ سے لگا وہی حرکت کرنے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارنے کے لئے اپنے ہاتھ والی لکڑی اس کی طرف پھینکی لکڑی لگتے ہی کتے کی صورت بن گیا اور دربار رسالت سے بھاگ گیا۔ اب اس شہر میں نہیں رہے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو صبح کا وقت تھا۔ نماز پڑھ کر میں اس کے مقام پر گیا تو سُنا کہ واقعی وہاں موجود نہیں چند لوگ بیٹھے کہہ رہے تھے۔ کہ خدا جانے اسے کیا ہُوا اپنا مکان گرا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔

زیارت نبویؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم

خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا بلا شبہ انسان کے دل اور روح کو منور کرنے والی چیز ہے۔ لیکن وساوس شیطانی کی وجہ سے محققین اہل سلوک رحمہم اللہ نے بہت سی شرائط مقرر کر دی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ صرف وہ زیارت معتبر اور صحیح ہے جس میں آپ کی آخری شکل نظر آئے جب کہ تقریباً بیس بال سر اور ڈاڑھی میں سفید ہو چکے تھے۔

مشکوٰۃ کتاب الرؤیا میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ	جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُسے یقین رکھنا چاہیئے کہ مجھ
لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ	کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا جس
اور مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ	نے مجھے دیکھا بلاشبہ اُس نے مجھ کو دیکھا۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ان ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اس نے واقعی آپؐ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ کذب وبطلان کو آپؐ کی ذات میں دخل نہیں اور وساوس شیطانی سے آپ کی ذات والاصفات بالا تر ہے۔ اور یہ سنت اللہ ہے کہ شیطان باوجود قوت تصرف کے آپ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ علمائے کرام نے اس چیز کو آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔

آپ کے سوا دوسرے کسی شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔ اور شیطان ہر بڑے سے بڑے شخص کی صورت اختیار کر سکتا ہے

زیارت نبویؐ کے متعلق تین خیال

لیکن بایں ہمہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آمذی عمر کی صورت میں دیکھا۔ اس کا خواب صحیح ہے۔ دوسرا یہ کہ جوانی ادھیر اور آخری عمر کی شکلوں میں سے جونسی دیکھے صحیح ہے۔ تیسرا خیال پہلے سے ملتا ہے۔ صرف اتنی اور قید لگائی گئی ہے۔ کہ وہی صورت دیکھے جو رحلت کے وقت تھی جبکہ سر اور ڈاڑھی میں قریباً بیس بال سفید تھے۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آگے لکھا ہے۔ ؟

مشہور معبّر علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ کہ جب کوئی شخص زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ آپ سے بیان کرتا۔ تو آپ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھتے۔ جو خواب میں دیکھا۔ اگر وہ خاص حلیہ بیان کرتا۔ جو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست تھا۔ تو اس کی تصدیق کرتے ورنہ کہتے تم نے کسی اور شخص کو دیکھا ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے خواب میں سنا ہُوا کلام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے۔ اگر صحیح اور موافق نظر آئے۔ تو تصدیق کرنا چاہیئے ورنہ بیان کنندہ کی سماعت کا نقص سمجھنا چاہیئے۔

ایک عجیب خواب

میں نے مفتی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا کہ بلادِ مغرب کے ایک فقیر نے خواب میں سنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شراب پینے کی اجازت دے رہے ہیں۔ مشائخ وقت کے سامنے اس خواب کو پیش کیا گیا۔ تو ہر شخص نے اپنی عقل کے مطابق اس کی تاویل کی۔ ان دنوں مدینہ منوّرہ میں ایک بزرگ رہتے تھے جو سنت کے نہایت شائق اور پابند تھے۔ جب آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا۔

بیان کنندہ کی سماعت کا قصور نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ (شراب مت پیو) فرمایا ہوگا۔ اس نے اِشْرَبُوا الْخَمْرَ (شراب پیو) سمجھا ہوگا۔ بعض علماء نے کہا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شیطان نے ایک دفعہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز میں آواز ملا کر لوگوں کو دھوکا دیا تھا۔ اسی طرح ممکن ہے۔ خواب میں فقیر کو مغالطہ دیا ہو۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں اس شخص سے بولے بھی نہ ہوں۔ ہمارے نزدیک یہی درست ہے۔

ہمزاد کی موت کہیں مذکور نہیں

غرض اس واقعہ پر غور کرو اور دیکھو کہ جہاں بڑے بڑے متقی عالم خواب میں دھوکا کھا گئے۔ وہاں دوسرے بزرگوں کی نسبت کیا اعتبار ہے۔ جن کی صورت شیطان اختیار کر سکتا ہے مزید برآں ہر شخص کا ہمزاد اس کی موت کے بعد بھی زندہ ہی رہتا ہے۔ اور اس کی صورت اختیار کرکے دھوکا دے سکتا ہے۔ اور جملہ شیاطین کے سالار اعظم ابلیس علیہ اللعنۃ کی زیست تا قیام قیامت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ تو ابلیس اور اس کے معاونین کے مکائد سے بچنے کی راہ صرف یہ ہے۔ کہ کتاب و سنت پر عمل کیا جائے۔ اور زندگی کے ہر گوشہ میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے۔ بحکم اللہ العالمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (پ ۲۷ ع) خدا کیطرف دوڑو میں اسکی طرف سے تمہیں کھلا کھلا ڈرانیوالا آیا ہوں

ایک مغالطہ

پیر پرست کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے پیر کی شکل اختیار کرنا بھی شیطان کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ پیر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح مظہر ہدایت ہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ یہ مغالطہ ہے۔ صحیح بات وہ ہے۔ جو شریعت سے ثابت ان کے اس قول کی تردید خود انہی کی بیان کردہ حکایتوں سے ہو رہی ہے۔ مثلاً وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ

ہم نے حسنین رضی اللہ عنہما کو تعزیہ کے ساتھ ننگے سر پھرتے دیکھا اور ناچار ان کی پیروی کی اور ایک رات مجھے فلاں بزرگ کے مقبرہ میں ایک مرد و عورت نظر آئے جو زنا کاری کر رہے

تھے۔ مجھے ان کی حرکت سے طیش آگیا اور دھکے دے کر مقبرہ کی چار دیواری سے باہر نکال دیا اس کے بعد جو سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ صاحبِ قبر مجھ سے خفا ہو کر فرما رہے ہیں۔ اے بے خبر خشک مِلا! وہ دونوں عاشق و معشوق تھے۔ مدت سے وصال کے طالب تھے۔ آج یہاں انہیں موقعہ مِلا۔ تو تم نے ان کی تمنا پوری نہ ہونے دی۔ تمہیں اتنی عقل بھی نہ آئی کہ انہیں روکنا ضروری ہوتا۔ تو ہم خود روک سکتے تھے۔ یہ کہہ کر مجھے ایسی لات ماری کہ لنگڑا کر دیا۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ؇ (پ۱۰) خدا انہیں غارت کرے کہاں جا رہے ہیں

سنا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد اس مزار کے خادموں نے کسی بُرے سے بُرے فعل میں بھی مداخلت نہ کی۔ اور جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں۔ جب ہمارا پیر پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم اس کی متابعت کیوں نہ کریں۔ اگر کہا جائے کہ تمہارا پیر مظہرِ ہدایت ہو کر برے کاموں سے کیوں نہیں روکتا تو کہتے ہیں۔ یہ اس کی مرضی پھر دیوانِ حافظ کا یہ شعر پڑھ دیتے ہیں۔ ؎

نہ قاضیم نہ امیرم نہ محتسب نہ فقیہ
مرا چہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم

میں نہ قاضی نہ امیر نہ محتسب اور نہ فقیہ ہوں مجھے کیا پڑی ہے کہ شراب خوری سے روکتا پھروں

غرض ان داستانوں سے واضح ہوتا ہے کہ شیطان انہیں گمراہ کرنے کے لئے بزرگوں کی صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ نیز اس حدیث پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ دجال جب ایسے لوگوں سے ملے گا۔ جو اُس کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ اور کہیں گے کہ ہمارے بزرگ دین اسلام پر گزرے ہیں اور ہمیں بھی اسی پر قائم رہنے کی تاکید ہے۔ تو دجال شیاطین کو حکم دے گا۔ کہ ان کے بزرگوں کی صورتیں اختیار کر کے انہیں گمراہ کرو۔ تو وہ ایسا کر کے انہیں گمراہ کر دیں گے۔

اور جمع الجوامع میں ایک حدیث بھی آئی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں شیاطین بزرگوں کی صورتیں اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

مثنوی مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ میں اس کے متعلق کہا گیا۔ کہ

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نشاید داد دست

ترجمہ = بہت سے شیطان آدمی کی شکل میں پھرتے ہیں۔ پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہیئے

اور خود اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک کی آخری سورۃ میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ فرمایا ہے۔ جس

کا یہ مطلب ہے۔ کہ خناس جنوں سے بھی ہوتے ہیں۔ اور انسانوں سے بھی ہوتے ہیں بمناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کی مختصر تفسیر کر دی جائے

تفسیر سورۃ النّاس

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے عبادت غیر اللہ کی کامل طور پر تردید فرمائی ہے۔ اور اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ	آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے
النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ	معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانیوالے (شیطان)
الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ	کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے
فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝	خواہ وہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا آدمی ہو۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض صفات کا ذکر بندوں کی نسبت سے کیا ہے حالانکہ نسبت کے لحاظ سے ان صفات کا تعلق جیسا ان سے ہے۔ ویسا ہر مخلوق سے ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ بنی نوع آدم کا پروردگار ہے۔ اسی طرح باقی تمام مخلوق کا بھی ہے۔ اور جسطرح انسانوں کا مالک اور معبود ہے اسی طور پر کائنات کی ہر چیز کا مالک و معبود ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ	اور کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو تعریف کیساتھ اسکی پاکی بیان نہ کرتی ہو
لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (پ ۱۵)	لیکن تم لوگ انکی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو۔

رب۔ ملک اور الٰہ کی تشریح مفسرین کرام نے اس جگہ خاص طور پر رب ملک اور الٰہ کے لانے کے متعلق عجیب عجیب نکتے بیان فرمائے ہیں جن میں سے بہترین خیال یہ ہے۔ کہ لوگ چونکہ غیر اللہ میں انہی اوصاف کا اعتقاد رکھنے کی بنا پر کفر اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع فرما دیا ہے۔ کہ یہ صفات صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہیں۔ ان میں سے کسی صفت کو غیر اللہ میں نہ ماننا چاہئے۔ کیونکہ کسی مخلوق کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنا بلاشبہ شیطانی وسوسہ ہے۔ کہ اوصاف مذکورہ کو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ مان کر اس کی پناہ طلب

کی جائے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اکثر لوگ ان صفات کو غیر اللہ میں ماننے کی وجہ سے شرک کی مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کی مختلف اقوام کے عقائد پر نظر ڈالو۔ تو تم دیکھو گے کہ مدتوں سے بعض قومیں اس ہلاکت کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں۔ کہ آج تک برابر اس مرض میں مبتلا ہیں۔

عَافَانَا اللّٰہُ وَاِیَّاھُمْ مِّنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو دنیا کی آفتوں اور آخرت کے عذاب سے بچائے۔

درجہ فنا فی الشیخ کا مطلب

کفار کے مذاہب باطلہ کو چھوڑ دو۔ قبر پرستوں کو لیں۔ قبر پرست بھی انہی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے نزدیک یہ امر واجبات میں سے ہے۔ کہ عبادت کرتے وقت پہلے پیر کا تصور باندھا جائے اور اس میں اس طرح مستغرق ہو جائیں کہ اپنے تئیں بھول جائیں۔ اس چیز کو ان کے ہاں فنا فی الشیخ کہا جاتا ہے۔ اور جس پر یہ کیفیت طاری ہو جائے۔ اُسے فانی فی الشیخ کہتے ہیں۔

غور کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ شیخ میں مربوبیت کی صفت مانتے ہیں۔ اس لئے اس کی شکر گذاری میں محو رہنا لازم سمجھتے ہیں۔ یا اس کی وجہ یہ ہے کہ پیر کو قوت تصرف کا مالک سمجھتے ہیں اور اس کی دسترس سے باہر نکلنا ناممکن خیال کرتے ہیں۔ اس لئے ایسا کرتے ہیں اور یا پھر اس لئے کرتے ہیں۔ کہ شیخ جی کو ما کان و ما یکون کا پورا علم حاصل ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ ان باتوں کا ثبوت چاہو۔ تو دیکھ لو۔ جب ان میں سے کوئی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ تو کس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ خدائے زندہ و توانا کی طرف یا ارواح گذشتگاں کی طرف۔ حالانکہ خداوند کریم کی صفت مالکیت کا یہ خاصہ ہے۔ کہ وہ اپنے عاجز بندوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ قُلِ اللّٰہُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْھَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ۔

(پ سورہ انعام)

کہدو کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں اس (موجودہ) تکلیف سے اور ہر غم سے نجات بخشتا ہے۔ لیکن تم پھر بھی اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔

لیکن یہ لوگ بیماری میں شفاء صحت اور تنگدستی میں خوشحالی وفارغ بالی کے لئے پیروں ہی سے دعا کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ میں صفتِ ربوبیت ماننے کے یہی معنے ہیں۔ کہ چونکہ وہ تمام مخلوقات کو صحت اور رزق عطا فرما کر قائم رکھتا ہے۔ اس لئے وہ مخلوقات کا رب ہے۔ پھر یہ لوگ بزرگوں کی قبروں پر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جنہیں بیت اللہ میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً غلاف چڑھانا قربانی کرنا۔ اس کے غسل کے پانی کو آبِ زمزم کیطرح متبرک سمجھنا۔ عبادت سمجھ کر قبروں کی زیارت کرنا۔ ان کو قبلۂ توجہ بنانا اور ان میں عبادت کرنے کو تمام مقامات سے بہتر خیال کرنا وغیرہ وغیرہ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو الٰہ الناس ماننے کے یہی معنی ہیں۔ کہ اس کے مقرر کردہ آداب اس کے گھر میں جا کر بجالائے جائیں اور کسی دوسری جگہ ویسی حرکتیں نہ کی جائیں۔

ہر بستی کیلئے حاجت روا جدا ہے

قبر پرستوں نے ہر شہر اور ہر بستی کے لئے الگ الگ ولیوں کی قبریں مقرر کر رکھی ہیں۔ اور ان کی طرف جملہ مہمات ومصائب میں حاجت روائی کے لئے رجوع کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ جب بچوں کی شادی کرتے ہیں۔ تو دولہا کو اس ولی کی قبر پر سلام کے لئے لے جاتے ہیں۔ وہ دولہا میاں اس کی پائنتی میں کھڑے ہو کر سلام کرتا ہے۔ اور کچھ نذرانہ ادا کر کے برات میں شامل ہوتا ہے۔

یہ لوگ مجاوروں کا اس طرح احترام کرتے ہیں جس طرح شاہی خدام کا کیا جاتا ہے اور مہمات میں ان کو اپنا وکیل مقرر کرتے ہیں تاکہ وہ صاحبِ قبر کے پاس ان کی سفارش کر دیں۔ عُرس کے موقع پر ان کے ہاتھ سے دستار بندی کراتے ہیں۔ اور ان کی دی ہوئی پگڑی کو شاہی خلعت کی طرح قابلِ فخر و عزت سمجھتے ہیں:-

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ تمام گروہ جو کچھ ان کے پاس ہے اس پر خوش خوش ہیں۔

قبر پرستوں کی گپیں

قبر پرست گپیں بہت ہانکتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ ایک چشتی نے نقشبندیوں کی حدود میں قدم رکھنا چاہا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی اور اسے بے نیل و مرام واپس جانا پڑا۔

یا شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ جب تک کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت نہیں لے لی وغیرہ وغیرہ۔ غضب ہے کہ ایسی ایسی

بے سروپا کہانیاں فقراء کی سوانحعمریوں میں درج کر دی گئی ہیں۔

محکمات اور متشابہات

علمائے محققین نے کہا ہے کہ اولیاء کے احوال کی دو قسمیں ہیں۔ محکمات[۱] اور متشابہات[۲] جو احوال شریعت کے موافق ہوں وہ محکمات میں سے ہیں۔ اور ناموافق ہوں وہ متشابہات سے وہ کہتے ہیں۔ جو احوال محکمات کی مانند اشتباہ سے پاک ہیں۔ وہ قابل حجت بھی ہیں۔ اور لائق اتباع بھی۔ لیکن جو احول متشابہات کی طرح مشتبہ المراد ہیں۔ ان سے بچنا ہی لازم ہے۔ وہ نہ قابل حجت نہ لائق اتباع۔ ان کے سبب سے کئی لوگ ہدایت یاب ہو جاتے ہیں۔ اور کئی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا	گمراہ ہو جاتے ہیں اسکے سبب بہت سے اور ہدایت پاتے ہیں اسی سے بہت سے

محکمات اور متشابہات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ	اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب نازل فرمائی۔ اسکی بعض آیتیں اشتباہ مراد
مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ	سے محفوظ ہیں۔ اور یہی آیتیں اس کتاب کا اصل مدار ہیں اور بعض
مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ	آیتیں ایسی ہیں۔ جو مشتبہ المراد ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے
زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ	وہ اسکے دوسرے حصہ کی پیروی کرتے ہیں جو مشتبہ المراد ہیں دین میں
الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ	فتنہ پیدا کرنے اور غلط مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے حالانکہ
اِلَّا اللّٰهُ (پ۳ سورہ آل عمران)	ان کا صحیح مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

صاحب مصابیح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٌ	قرآن مجید میں پانچ قسم کی آیتیں اتاری گئی ہیں
وَّحَرَامٌ وَّمُحْكَمٌ وَّمُتَشَابِهٌ وَّاَمْثَالٌ	حلال[۱]۔ حرام[۲]۔ محکم[۳]۔ متشابہ[۴] اور امثال[۵] پس
فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا	اس کے حلال کو حلال جانو۔ حرام کو حرام
بِالْمُحْكَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوْا	سمجھو۔ محکم پر عمل کرو متشابہ پر ایمان رکھو اور
بِالْاَمْثَالِ	امثال سے عبرت پکڑو۔

غرض اولیاء کے بعض احوال پر صرف اپنی سمجھ کے فتویٰ سے عمل نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا کرنا فساد کا موجب ہوتا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

کتب احادیث میں ایک بدری صحابی رضؓ کا واقعہ مسطور ہے بدری صحابی رضؓ وہ ہیں۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا یہ مژدہ سنایا تھا۔ کہ

اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے بعد جو تمہارا جی چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا

انہی میں سے ایک شخص نے شراب پی لی۔ جب گرفتار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ تو کہنے لگا میں ان لوگوں سے ہوں جنہیں خدا نے بخش دیا۔ اس لئے نہ مجھ پر اس فعل سے حد قائم ہو سکتی ہے۔ اور نہ میں گنہگار کہلا سکتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عذر بالکل نہ سنا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے اس پر حد لگا دی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ تمام مسلمان بلحاظ مرتبہ یکساں طور پر شرعی احکام کے لئے مکلّف ہیں۔ اور جو عمل شریعت کی نگاہ میں بُرا ہے وہ کسی ولی یا متقی کے کرنے سے اچھا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی متقی یا ولی اس دنیا میں احکام اسلام کی خلاف ورزی کر کے شرعی مواخذہ سے چھوٹ سکتا ہے۔ باقی رہا۔ عاقبت کا معاملہ سو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے

یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے۔

تنبیہ

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ محبت کرنے یا عداوت رکھنے کے لحاظ سے خوارج و روافض کی طرح لوگوں کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔ اور دونوں غفلت میں مبتلا ہیں اور گمراہی اور ضلالت میں پڑی ہوئی ہیں خارجی خشک آدمی کہتا ہے۔ کہ فلاں شخص نے اگرچہ بہت سے نیک اعمال کئے ہیں۔ مگر فلاں ناشائستہ بات کی وجہ سے مردود ہے۔ اور قابل تقلید اور اقتدا نہیں۔ اور رافضی روش کہتا ہے۔ کہ فلاں بزرگ کا ہر عمل مستحسن اور واجب الاتباع ہے اگر اس کا ہر عمل احکام اسلام کے مخالف ہو۔ جیسا کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

یعنی مرشد کہے تو شراب بھی پی لو۔ کیونکہ سالک منزل طریقت کی راہ ورسم سے ناواقف نہیں ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ اے علی، تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرح ہے۔ کہ یہود نے ان کی عداوت میں یہاں تک غلو کیا۔ کہ معاذ اللہ ان کی والدہ محترمہ پر بہتان باندھے۔ اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی، تو خدا کا بیٹا بنا کر چھوڑا۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔

یَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُفْرِطُنِيْ
بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهٗ شَنَانِيْ عَلٰى
اَنْ يَبْهَتَنِيْ

میری وجہ سے دو قسم کے لوگ ہلاک ہونگے ایک حد سے زیادہ مجھ سے الفت کرنیوالے کہ مجھ میں وہ چیز ثابت کرینگے جو مجھ میں نہیں ہے اور دوسرے مجھ سے دشمنی کرنیوالے کہ میری عداوت کی وجہ سے مجھ پر بہتان باندھیں گے

غرض الفت وعداوت میں مبالغہ کرنے کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہو جانیکی یہ دلیل کافی ہے۔

طریقہ اہل السنّت

مفسرین کرام نے اھدنا الصراط المستقیم و صراط الّذِینَ الخ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں۔ جن کی مثل مسلمانوں میں فرقۂ خوارج ہے جو بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ جن کی مثال اہل اسلام میں روافض کی جماعت ہے۔ جنہوں تعظیم والفت کو حد تحریم تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ راہ توسط پر چلنے والی صرف ایک جماعت ہے یعنی اہلسنت جو ہر قسم کے افراط وتفریط سے محفوظ ہیں۔ اہل السنت کا اصول ہر معاملہ میں۔

خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ یعنی اچھی چیز لیلو اور بری چیز کو چھوڑ دو۔

پر ہے۔ یہ جملہ اس حدیث کا ہم معنیٰ ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہما کو فرمایا۔

دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ

کہ مشکوک چیز کو چھوڑ دے اور غیر مشکوک چیز اختیار کرو۔

اہل سنت سلف صالحین رحمہم اللہ کے حق میں سوائے نیک گوئی کے لب کشائی نہیں کرتے ان کی دعا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ
هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَهَّابُ (پ ۳ سورہ آل عمران)

اے ہمارے پروردگار ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجیو۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیو (کیونکہ) تو ہی رحمت عطا فرمانیوالا ہے) اے پروردگار ہمارے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کینہ پیدا نہ ہونے دے اے ہمارے پروردگار تو ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ
(پ ۲۸ سورہ حشر)

وظائف شرکیہ

قبر پرستوں کی دوسری علامت یہ ہے۔ کہ اپنے شیخ کو واقف الاسرار سمجھتے ہیں۔ وورا ور نزدیک سے اپنی جملہ مہمات میں شیخ کو امداد کے لئے پکارتے ہیں۔ بعض لوگ اس قسم کے وظیفے جو بالکل سلسلہ کے ناموں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مسنونہ اوراد واذکار کی طرح بلاناغہ صبح وشام پڑھتے ہیں۔ بعضوں نے پیروں کے نام کے استخارے تجویز کر رکھے ہیں۔ تاکہ ان کو پڑھ کر مہمات کا انجام بزرگوں کی ارواح سے معلوم کرلیں۔

شرکیہ وظائف کے چند نمونے

بعض لوگ اٹھتے بیٹھتے یا بہاؤالدین مشکل کشا پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو حضرت خواجہ بہاؤالدین کا محب کہتے ہیں بعض فراخیٔ رزق کیلئے یا نظام الدین اولیاء زری زر بخش کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ اور بعض ہر مشکل کے لئے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔

ایسے وظیفے پڑھنے کی ممانعت

خبردار رہنا چاہیئے۔ کہ یہ وظیفے سب افترا ہیں۔ اور بہتان با صحیح طریقت کے کسی پیر سے یہ مروی نہیں ہیں۔

اوران کی روایت کرنے والے معتبر ہیں۔ بلکہ بزرگوں کے صحیح حالات دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام بزرگ اپنے مریدوں کو مخلوق کی طرف نگاہِ امید رکھنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ عوارف المعارف میں ہے حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَا يَتَحَقَّقُ صِدْقُ الْمُرِيْدِ وَاِخْلَاصُهٗ اِلَّا بِاِتِّبَاعِ السُّنَّةِ وَبِمُتَابَعَةِ اَمْرِ الشَّرْعِ وَقَطْعِ النَّظْرِ عَنِ الْخَلْقِ وَكُلُّ الْاٰفَاتِ حَلَّتْ عَلٰى اَهْلِ الْبِدَايَةِ لِمَوْضِعِ نَظْرِهِمْ اِلَى الْخَلْقِ وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَكْمُلُ اِيْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰى يَكُوْنَ النَّاسُ عِنْدَهٗ كَالْاَبَاعِرِ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى نَفْسِهٖ فَيَرَاهَا اَصْغَرَ صَاغِرًا

کسی مرید کا صدق و اخلاص صحیح اور درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ شریعت کا پورا متبع نہ ہو جائے۔ اور مخلوق سے پورے طور پر بے نیاز ہو کر امید منقطع نہ کرلے۔ اس راہ کے مبتدیوں پر اسی لئے آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ کہ انکی نگاہِ امید مخلوق پر لگی ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسوقت تک کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام انسان اسکے نزدیک۔ اونٹ جیسے نہ ہوں۔ اور جب تک کہ اپنے کو سب سے کم درجہ نہ سمجھے (یعنی جب تک تمام انسانوں کو اپنے سے زیادہ درجہ والا سمجھیگا اور دوسروں کے مقابلہ میں اپنے کو معمولی نہ سمجھیگا۔ اسوقت تک مومن کامل نہ ہوگا

خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں مولنا جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نفحات الانس میں فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے ایک دفعہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا۔ کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔

کہ خدا کا مجاور بننا اس کی مخلوق کے مجاور بننے سے بہتر ہے۔ خواجہ صاحب اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

تو تا کے گور مرداں را پرستی بگرد و کار مرداں کن درستی

ترجمہ:۔ تو کب تک قبر پرستی کرے گا۔ جا لوگوں کے کام آ۔

حضرت سید المشائخ ابو محمد محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء محققین کے سردفتر و سپہ سالار ہیں۔ اپنی کتاب فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔

مَنْ اَرَادَ السَّلَامَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَعَلَيْهِ بِالصَّبْرِ وَالرِّضٰى وَتَرْكِ الشَّكْوٰى

جو شخص دنیا اور آخرت میں سلامتی کا طالب ہے۔ اسے چاہئے کہ صبر کو اپنا شعار بنائے ہر حال میں راضی برضا رہے مخلوق سے شکایت نہ کرے

اِلَى الْخَلْقِ وَاَنْزَالِ الْحَوَائِجِ بِرَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ وَانْتِظَارِ الْفَرَجِ مِنْهُ تَعَالٰى اِذْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ غَيْرِهٖ

اور اپنی حاجات کا سوائے اپنے پروردگار کے بذریعہ دعا سوال یا زبان قال و حال کے اور کسی سے ذکر نہ کرے۔ ہر اس مشکل کشائی کی توقع اسی کی ذات سے رکھے کیونکہ اسی کی ذات تمام مخلوقات سے بزرگ و اعلیٰ ہے

ایک عجیب خبط

قبر پرستوں کی یہ بھی عادت ہے کہ جب آیات کلام الٰہی، احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم یا اقوال اولیاء کرام رحمہم اللہ پیش کئے جائیں تو ان کا جواب اپنی عقلی تاویلوں سے دیتے ہیں کہتے ہیں۔ ارواح اولیاء کرام رحمہم اللہ اگرچہ خدا کی مخلوق ہیں۔ مگر بوجہ اس قرب کے جو ان کو بمقابلہ دوسری مخلوق کے اپنے خدا کے ساتھ حاصل ہے۔ ان کو حاجت روا سمجھ کر پکارنا برا نہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ   تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ:۔ اولیاء اللہ کو خدا کی طرف ایسی قوت حاصل ہوتی ہے۔ کہ پھینکے ہوئے تیر کو راہ سے پھیر سکتے ہیں۔

حاشا وکلا اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (پ)

اگر اللہ تعالیٰ تجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ تو کوئی شخص اس کو دور نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ کوئی راحت پہنچانا چاہے تو بھی اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے۔

لَوْ جَمَعَ الْعِبَادُ عَلٰۤى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَقْضِهِ اللّٰهُ لَكَ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ وَلَوْ جَمَعَ الْعِبَادُ عَلٰۤى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَقْضِهِ اللّٰهُ عَلَيْكَ لَمْ يَقْدِرُوْا

اگر تمام لوگ اکٹھے ہو کر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہیں جو خدا کو منظور نہیں تو نہیں پہنچا سکتے اور (اسی طرح) اگر نقصان پہنچانے پر اکٹھے ہو جائیں جو خدا نے تیرے مقدر میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچا سکتے۔

اس حدیث کا پہلا حصہ یہ ہے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ

بَيْنَ اَنَا رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ لِيْ يَا غُلَامُ

میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے فرمایا اے لڑکے: تو اللہ تعالیٰ (کے امر و نہی) کو نگاہ رکھ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کریگا

اِحْفِظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفِظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ فَاِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَالِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ الخ
(رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب توکل)

اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ رکھیگا۔ اگر تو ایسا کریگا تو تو اسکو اپنے سامنے پائیگا۔ اگر سوال کرنیکی حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور اگر مدد کی ضرورت ہو تو اسی کی مدد مانگ ہر چیز کی نسبت قلم لکھ کر خشک ہو چکا۔

تمام کتب صحاح میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث آئی ہے۔ فتوح الغیب میں اس حدیث کے بعد لکھا ہے۔

فَيَنْبَغِي لِكُلِّ مُؤْمِنٍ اَنْ يَجْعَلَ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِرْاٰةَ لِقَلْبِهٖ وَشِعَارِهٖ وَدِثَارِهٖ وَحَدِيْثِهٖ فَيَعْمَلُ بِهٖ جَمِيْعَ حَرَكَاتِهٖ وَسَكَنَاتِهٖ حَتّٰى يَسْلَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَجِدِ الْعِزَّةَ فِيْهِمَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ہر مومن کو چاہیئے۔ کہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ بنائے۔ اور اپنی گفتگو، لباس اور جملہ حرکات و سکنات میں اس پر عمل کرے تاکہ خدا کی رحمت سے دنیا و آخرت میں نجات اور عزت پا سکے۔

آگے لکھا ہے۔

وَاَرْضَاهُ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ مَا سَئَلَ اِلَّا بِجَهْلِهٖ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَضُعْفِ اِيْمَانِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَيَقِيْنِهٖ قِلَّةِ صَبْرِهٖ

جو شخص ضرورت کے وقت لوگوں سے مانگتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے بے خبر ہے یہ اس کے ایمان کی کمزوری ہے اور طبیعت کی بے صبری کی علامت ہے۔

حدیث شریف اور شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ پیر پرستوں کا طریق شریعت اور طریقت دونوں سے جدا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ یہ مقام حقیقت کی باتیں ہیں۔ تو انہیں بتانا چاہیئے۔ کہ منزلِ طریقت و حقیقت کے امام حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں فرماتے ہیں

كُلُّ حَقِيْقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ

کہ جو حقیقت شریعت کے مخالف ہو وہ کفر و الحاد ہے۔

حقیقت شریعت کے مخالف نہیں

اس قول کی تشریح میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کہ حقیقت، شریعت کے مخالف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کسی چیز پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس پر کاربند ہو کر اس کی حقیقت کو

پہنچ سکیں۔ اور یہ ایک ہی راستہ ہوگا جس کا انتہا اُس کے ابتدا کے مخالف نہیں۔ پس اگر کسی کو کوئی امر خلاف شرع نظر آئے تو اسے باطل سمجھنا چاہیئے۔ اور اس پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جان بوجھ کر باطل پر عمل کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا قول

ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بسا اوقات مجھ پر ایک نکتہ ظاہر ہوا مگر میں نے اسے اس وقت تک قبول نہ کیا۔ جب تک کہ کتاب وسنت سے اس کی تصدیق نہ کر لی۔

آگے فرماتے ہیں۔

جان لو کہ (حدود شریعت کی حفاظت کے ساتھ) مقام شہود و توحید صدیقوں اور عارفوں کا مقام ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے۔ جہاں بہت سے سالک پہنچ کر حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔ بلکہ بعض تو ایمان و دین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں۔

یاد رہے کہ دین ایک ہے۔ شریعت، طریقت اور حقیقت جدا جدا تین دین میں ہیں۔ بلکہ یہ اسی ایک کی شاخیں ہیں: وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ...... اَلْمُنْتَھٰی کَلَامُہٗ

حضرت ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ اکابر مشائخ میں سے گذرے ہیں۔ آپ کا قول ہے۔

کُلُّ بَاطِنٍ یُّخَالِفُہُ الظَّاھِرُ فَھُوَ بَاطِلٌ وَّمَلُوْمٌ — جس باطن کا ظاہر مخالف ہو۔ وہ باطن باطل ہے۔ اور ملامت کے قابل ہے

حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

کتاب سیر المشائخ میں باطن کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت جناب بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی حسب معمول صبح کی جماعت میں شریک ہوئے۔ ایک رکعت ہو چکی تھی اس لئے تشہد میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے نماز کے بعد امام نے کہا۔ اے شیخ! امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی کو اٹھنا جائز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ ابھی کچھ باقی ہو اور امام کی متابعت فوت ہو جائے۔ شیخ نے جواب دیا۔ اگر نور باطن سے پتہ لگ جائے کہ نماز ہو چکی اور کچھ باقی نہیں تو ایسی صورت میں امام سے پہلے اٹھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ امام نے کہا ہرگز جائز نہیں

جو نور شریعت کے مخالف ہو وہ نور نہیں تاریکی ہے۔ اس پر حضرت شیخ نے کہا۔ آمنّا۔

شیخ ابو عبد اللہ حارث بن اسدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ ابو عبد اللہ حارث بن اسدی محاسبی رحمۃ اللہ علیہ متقدمین اہل طریقت کے علماء میں سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

مَنْ صَحَّحَ بَاطِنَهُ بِالْمُرَاقَبَةِ وَالْإِخْلَاصِ زَيَّنَ اللّٰهُ ظَاهِرَهُ بِالْمُجَاهَدَةِ وَاتِّبَاعِ السُّنَّةِ	جسکا باطن مراقبہ و اخلاص سے درست ہوگیا اسکا ظاہر اللہ تعالیٰ اتباع سنت اور مجاہدہ سے مزین فرما دیتا ہے

ابو حفص کبیر حدّاد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ابو حفص کبیر حداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَنْ لَمْ يَزِنْ أَحْوَالَهُ وَأَقْوَالَهُ وَأَفْعَالَهُ بِمِيزَانِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَمْ يَتَّهِمْ خَوَاطِرَهُ فَلَا تَعُدُّوهُ فِي دِيوَانِ الرِّجَالِ	جو شخص اپنے اقوال احوال اور افعال کو کتاب و سنت کے مطابق نہیں رکھتا اور خواہشات کے اتباع کو برا نہیں سمجھتا اسے مردوں کی فہرست میں شمار مت کرو۔

ابو یزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا قول

سلطان العارفین ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وَلَوْ نَظَرْتُمْ إِلَى رَجُلٍ أُعْطِيَ أَنْوَاعًا مِنَ الْكَرَامَاتِ حَتَّى يَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ أَوْ مَشَى عَلَى الْمَاءِ لَا تَغْتَرُّوا بِهِ حَتَّى تَنْظُرُوا كَيْفَ تَجِدُونَهُ بِأَدَاءِ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَحِفْظِ الْحُدُودِ وَأَدَاءِ أَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ	اگر تمہیں ایسا شخص نظر آئے جو تمہاری دانست میں بیشمار کرامتوں سے مشرف کیا گیا ہے۔ یہانتک کہ ہوا میں اڑسکتا ہو اور پانی کی سطح پر چل سکتا ہے تو جبتک نہ دیکھ لو کہ امر و نہی حفظ حدود شرعی اور پابندی احکام اسلامی میں کیسا ہے۔ کبھی اعتبار نہ کرو اور اس کی کرامات کے قائل نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا قول

امام طریقت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

طُرُقٌ إِلَى اللّٰهِ بِعَدَدِ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ وَكُلُّهَا مَسْدُودَةٌ عَلَے الْخَلْقِ الْأَعْلَى مَنِ اقْتَفَى أَثَرَ الرَّسُولِ	اللہ تک پہنچنے کے راستے خلق خدا کے سانسوں کی مقدار کے برابر ہیں مگر یہ تمام اس وقت تک ہر شخص پر بند ہیں جبتک کوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم نہ چلے

حاصل کلام یہ کہ ان تمام بزرگوں نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور امر و نہی پر استقامت کو واجب سمجھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ — ظاہر اور باطن دونوں طرح کے گناہ چھوڑ دو۔

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ شریعت کی ظاہر میں مخالفت کرنا بھی گناہ ہے۔ اور یہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔ اسی طرح شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے کی متابعت کرنا بھی ظاہری گناہ ہے۔ اور یہ کسی کے لئے جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ (بیہقی در شعب الایمان) — جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی۔ اس نے (گویا) دین حقہ اسلام کی تباہی اور بربادی میں امداد دی

یعنی صحیح یہ ہے۔ کہ کسی بدعتی کی کبھی بھی عزت و توقیر نہ کی جائے۔ کیونکہ بدعت کی عزت کرنا درحقیقت اسلام کی تذلیل و تحقیر کرنا ہے۔

مشائخ کا حزم و احتیاط۔ شریعت کی مخالفت سے بچنے کے لئے اکابر مشائخ کا یہ حال تھا۔ کہ ہر معاملہ میں کمال درجہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔

لکھا ہے کہ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عبادت گذار شخص تھا۔ ہزار نفل ایک رات میں پڑھا کرتا تھا۔ مگر باوجود اس زہد و عبادت کے جب اس نے انا الحق کہا۔ تو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کے دوسرے مشائخ نے اس کو گردن زدنی قرار دیا۔ اور اس کے قتل کا فتویٰ لکھ کر پھانسی پر لٹکایا۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ ابن منصور حلاج کی نسبت دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا وہ مردود ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مردود کہا جو مقتدائے وقت تھے۔

سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ منصور کی کسی شخص نے اصلاح نہ کی اگر میں اسوقت موجود ہوتا۔ تو اس کی اصلاح کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ ہو سکتا ہے۔ جس چیز کو منصور کے مخالف حق سمجھتے ہوں۔ وہی چیز ان کے بزرگوں کے نزدیک غلط ہو۔

غرض اس قصہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ جو لوگ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مخالف ہیں۔ وہ مشائخ و بزرگان دین کے طریقہ کے بھی مخالف ہیں۔ ایسے لوگوں کا اپنے آپ کو محب مشائخ کہنا غلط ہے۔ بمصداق

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ — جو بات منہ سے کہتے ہیں۔ وہ انکے دل میں نہیں۔

اس جماعت کا عجیب حال ہے۔ جب آیات و احادیث اور آثار مشائخ رحمہم اللہ سے دلائل پیش کئے جائیں۔ تو روافض کی طرح لاجواب ہو کر کہتے ہیں۔ کہ ہمارے بزرگوں سے یہ باتیں مروی نہیں ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ یہ باتیں انہوں نے اپنے خاص لوگوں سے کہی ہوں۔ خیال کرو کہ یہ لوگ کس طرح اپنے بزرگوں پر تقیہ کی تہمت لگاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں کی نسبت ارشاد فرمایا۔ اور ان سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے

يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ كَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ
يَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ
وَلَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ

آخری زمانہ میں کذاب اور دجال پیدا ہونگے تم ان سے ایسی باتیں سنو گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنی۔ ان سے بچنا تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔

لفظ دجالون ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ کس عیاری سے اپنی شعبدوں کو کرامت ثابت کر کے گمراہ کریں گے۔ ان سے بچنے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع سنت کی تاکید فرمائی ہے۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ
اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ

جو شخص فساد کے وقت میری سنت کی متابعت کرے گا اسے سو شہید کا ثواب ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک خط کھینچا۔ اور فرمایا هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں خط کھینچے اور فرمایا۔ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا الشَّيْطَانُ يَدْعُوْا اِلَيْهِ ط ان راستوں میں سے ہر ایک پر شیطان ہے۔ جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی

هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ
بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ط

یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو دوسری راہوں پر مت چلو ورنہ خدا کی راہ سے ہٹ جاؤ گے یہ خدا کا تاکیدی حکم ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

یعنی دین حق کی بتلائی ہوئی صراط مستقیم پر چلنے کے بغیر شیطانی راہوں سے بچنا محال ہے۔ شرح السنۃ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا
لِمَا جِئْتُ بِهٖ

کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اسکی خواہشات اس
چیز کے تابع نہ ہوں جو میں لے کر آیا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کو چاہیئے۔ مقدمات ایمانی اور امور اسلام میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرے۔ ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔ اور قیود شرع سے آزاد ہو کر شیطان کی غلامی میں پھنس جائیگا۔

عقائد میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موافقت ضروری ہے

مخفی نہ رہے کہ دین اسلام دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ عقائد اور اعمال بلاشبہ یہ مشکل امر ہے کہ ہمارے اعمال زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال جیسے ہو جائیں۔ اور جو جو کام انہوں نے اپنی مبارک زندگیوں میں انجام دیئے ہم بھی انجام دے لیں۔ یعنی اعمال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ پوری پوری مماثلت پیدا کر لینا چونکہ ہر شخص کے لئے مشکل بات تھی۔ اس لئے شریعت نے ہر شخص کو بقدر طاقت و وسعت مکلف کیا ہے۔ لیکن عقائد کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ عقائد میں تو ان کے ساتھ پوری مماثلت پیدا کرنا ہر مسلم کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور ادنیٰ سی مخالفت کو بھی بے دینی اور گمراہی بتایا گیا ہے۔ کیا یہ انبیاء علیہم السلام سے عقائد میں اختلاف کرنے کا نتیجہ نہ تھا۔ جس نے یہود و نصاریٰ کو گمراہ کر دیا۔ اور وہ اکہتر بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اسی چیز سے متنبہ کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ

لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ زَمَانٌ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ
اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ
مِنْهُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّهٗ عَلَانِیَةً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ
مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ
عَلٰی اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفَرَّقُ اُمَّتِیْ

جو واقعات بنی اسرائیل پر گذرے ہیں۔ وہی واقعات میری امت
پر گذریں گے۔ ٹھیک ایسے ملتے جلتے جیسے ایک جوتی دوسری
جوتی کے برابر ہوتی ہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے
اپنی ماں سے بدکاری کی ہوگی۔ تو مسلمانوں میں ایسے شخص پیدا ہوں
گے جو اس طرح کرینگے اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔

عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ

مسلمان تہتر فرقے بن جائیں گے جن میں سے صرف ایک جماعت جنتی ہے باقی تمام دوزخی ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنتی گروہ کونسا ہے فرمایا اسطریق پر چلنے والے جس پر میں ﷺ میرے اصحاب ہیں

اس حدیث کو ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں اس کے خاتمہ پر یہ الفاظ بھی ہیں۔

وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ وَاِنَّہٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِھِمْ تِلْکَ الْاَھْوَاءُ کَمَا یَتَجَارَی الْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ وَلَا یَبْقٰی مِنْہُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَہٗ

وہ ناجی گروہ ایک جماعت ہے اور مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے جن میں یہ باتیں (بنی اسرائیل کی عادتیں) اسطرح سرایت کر جائیں گی جسطرح دیوانے کتے کا زہر آدمی کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے کہ جوڑ بند کوئی پٹھہ اور ریشہ اس کے اثر سے بچا ہوا نہیں رہتا۔

حاصل یہ کہ ہوائے نفس کے پیچھے چلنا بے دینی پیدا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی متابعت کرنا یقیناً موجب نجات ہے۔ پس جب یہ صحیح ہے کہ سنت کی متابعت میں نجات اور اس کی مخالفت میں ہلاکت اور تباہی ہے۔ تو ہر حال میں اپنے احوال افعال اور اقوال کو کتاب وسنت کے ترازو پر جانچتے رہنا چاہیئے۔ بڑے بڑے علماء ومشائخ نے یہی کہا ہے اور ان کے اقوال اوپر گذر چکے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وسیع مضمون کو ایک شعر میں ادا کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ترجمہ۔ جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا۔ وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا۔

بلاشبہ عملی مخالفت بھی معصیت اور گناہ ہے۔ لیکن اگر اس کے مرتکب کو اپنے اپنے قصوروں کا اعتراف ہو۔ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یہ گناہ معاف ہو سکتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق بھی اشارۃً فرمایا ہے ؎

نماند بعصیاں کسے در گرو ٭ کہ دارد چنیں سید پیشرو

ترجمہ۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیشوا رکھتا ہے۔ وہ ہرگز گناہونکے بدلے عذاب میں نہ جائیگا

شیخ موصوفؒ کے اس ارشاد پیشرو کا لفظ عصیان فی العمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ سرے سے اعتقادات میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متفق نہیں۔ آپ ان کے پیشرو کس طرح ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا۔
لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۚ إِنَّمَآ اَمْرُهُمْ إِلَى اللّٰهِ
ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ٥ (پ۸)

جن لوگوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور گروہ گروہ ہو گئے (اے نبی) آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ ان کو ان کی کارگزاریاں جتلا دے گا۔

تنبیہ اے مدعیانِ طریقت زمانہ نبوت کو گزرے مدت دراز ہو گئی اور قرون ثلاثۂ خیر کا وہ دور ختم ہو گیا۔ جس کے تدین و تقوٰی کی تعریف خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ اب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ اور علمائے دین کے مشہور اقوال و احوال کا معاملہ جو تواتر کے ساتھ ثقہ راویوں سے مروی نہیں۔ بالکل اہل کتاب کی روایتوں کے مانند ہو گیا ہے۔ جن کا ایک حصہ قرآن مجید کے موافق ہے۔ دوسرا مخالف ہے۔ اور تیسرا نہ مخالف ہے۔ نہ موافق۔ ہمیں حکم یہ دیا گیا ہے۔ کہ جو حصہ موافق ہے اس کی تصدیق کرو۔ اور جو مخالف ہے اس کی تکذیب و تردید کرو اور تیسرے حصہ سے کچھ سروکار نہ رکھو۔

علمائے ربانی کا ارشاد ہے۔ کہ شعار اسلام کی مخالفت کرنے والے کو سمجھانا چاہیئے۔ اور اس کی بدعملی سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہم نشینی نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنا ان سے پیار کرنے کے برابر ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ۔

جس نے کسی قوم کو دوست رکھا۔ وہ انہی میں سے ہے۔

فاسق فاجر سے میل جول کا انجام عذاب الٰہی ہے

یہودیوں میں سبت کے روز مچھلی پکڑنا حرام تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی تین جماعتیں ہو گئیں۔ ایک وہ جس نے سبت کے دن مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں۔ دوسری وہ جو ان کو منع کرتی رہی۔ اور تیسری وہ جو مذکورہ بالا جماعتوں کے بین بین رہی۔ یعنی پکڑنے والوں کو تو کچھ نہیں کہا۔ لیکن روکنے والوں کو روکنے سے منع کرتی رہی۔ اللہ تعالٰی نے ان تینوں کا حال یکجا بیان فرمایا ہے۔

اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

ہم نے (صرف) ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور باقی ظالموں کو سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے۔

مفسرین کا خیال ہے کہ عذاب الٰہی سے صرف وہ جماعت بچ سکی جو روکنے والی تھی۔ باقی دونوں جماعتیں جو کہتی تھیں۔

لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا

یعنی تم کیوں ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو۔ جن کو اللہ ہلاک کرے گا یا عذابِ شدید کا مزہ چکھائے گا۔

بسبب ارتکاب و اعانت فسق ہلاک ہوگئیں۔

مسلم کی ایک حدیث

صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب مدافعت کی طاقت نہ ہو۔ اور بالکل بیچارگی کی حالت ہوگئی ہو تو بھی منکرات کے مرتکب سے بغض و نفرت رکھنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ

دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ مگر اس کی امت میں ایک جماعت حواریوں کی ہوتی ہے اور ایک ایسے لوگوں کی جو نبی کی سنت پہ چلتے اور اس کا حکم مانتے ہیں جب یہ لوگ اٹھ جاتے ہیں تو ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں خود نہیں کرتے اور ایسی باتیں کرتے ہیں جنہیں کرنیکا حکم نہیں۔ ایسے لوگوں کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرنے والا مومن ہے اور زبان سے جہاد کرنے والا مومن ہے اور دل سے جہاد کرنے والا مومن ہے اور اس کے آگے (جو دل سے بھی جہاد نہیں کرتا) رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ سنت کی مخالفت کرنے والے سے محبت رکھنا کفر سے قریب اور ایمان سے دور کر دیتا ہے۔ اور ضمناً یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ قبور پر منکرات کا ارتکاب کرنے والوں سے اولیائے کرام کی روحیں اگر بدنی اور لسانی جہاد سے قاصر ہیں۔ تو بدرجہ اقل قلبی بغض تو

ضرور رکھتی ہوں گی۔

مکالمہ

ایک دفعہ جوانی کے ایّام میں مجھے ایک پیر پرست سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا کہنے لگا متشرع لوگ اولیاء اللہ کی قدر نہیں جانتے۔ انہیں جامد اور بے خبر سمجھتے ہیں۔ اور ان کی مزاروں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ کہا گیا ہے۔ کہ؎

مردانِ خدا خدا نہ باشند   و لیکن از خدا جدا نہ باشند

ترجمہ: اللہ کے بندے خدا تو نہیں ہوتے۔ لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔

میں نے کہا۔ اہل شریعت اولیاء اللہ کی نسبت ایسا خیال کیونکر کر سکتے ہیں۔ جبکہ انہیں معلوم ہے۔ کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ کہ شہداء فی سبیل اللہ زندہ ہیں۔ اور پروردگار کے ہاں سے .... رزق پاتے ہیں۔ وہ تو ان کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔ ورنہ ان کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنے سے نہیں روکتے۔ رہا ان کے مزارات سے فائدہ اٹھانے کی بدعت تو یہ بعض فقیروں کی اختراع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک بھی اس کا وجود نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور قبر پہ پہنچ کر خیال آیا۔ کہ خدا جانے میرے آنے کی خبر حضرت خواجہ کو ہوئی ہے۔ یا کہ نہیں اس پر قبر سے آواز آئی۔ من آنگم بجان گر تو آئی بہ تن: ترجمہ تو جسم کے ساتھ آیا ہے۔ تو میں جان سے حاضر ہوں۔

اُس نے کہا۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہُوا کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں استفادہ عن القبور کا وجود نہیں تھا۔ حالانکہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ استفادہ کے قائل تھے۔

میں نے کہا آپ کا انہیں شک میں پڑ جانا کہ خدا جانے میرے آنے کی خبر ان کو ہوئی ہے۔ یا نہیں یہی بات

میرے خیال کی مؤید ہے۔ اس نے کہا۔ تو ان کے سوا باقی بزرگ سب قائل ہوں گے۔ کیونکہ اس زمانہ کے کسی بزرگ سے انکار مروی نہیں۔

میں نے کہا دوستو! حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تو تا کے گور مرداں را پرستی
بگردد کار مرداں کن درستی

اس نے کہا، کہاں استفادہ اور کہاں پرستش۔

میں نے کہا استفادہ کا طریقہ بتاؤ۔

اس نے کہا جس طرح زندہ بزرگ کی صحبت میں بیٹھ کر باطنی توجہ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بزرگوں کے مزارات سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں۔ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ ط

میں نے کہا۔ یہ قول تمہارے دعوای کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امور دینیہ کی دلیل صرف کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع امت پر مبنی ہے نہ زید، بکر، عمر کے اقوال پر چنانچہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدوں نے دف کے ساتھ گانا شروع کیا۔ تو حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے دوستوں نے بٹھانا چاہا۔ مگر نہ بیٹھے اور فرمایا یہ کام سنت کے خلاف ہے۔ دوستوں نے کہا کیا آپ سماع کے منکر ہیں۔ حالانکہ آپ کے پیر و مرشد اس کے جواز کے قائل تھے۔ آپ نے فرمایا۔ مشائخ کا کوئی فعل شرعی حجت نہیں۔ لکھا ہے اس بات کا ذکر حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ہوا تو حضرت شیخ نے فرمایا۔ نصیر الدین نے سچ کہا ہے۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے۔ کہ حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد شیخ نصیر الدین سماع کے قائل ہو گئے تھے۔

میں نے کہا۔ خیر المجالس میں تو لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ سے ساز کے ساتھ گانے اور رقص کرنے کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ بالاجماع ناجائز ہے۔ پھر فرمایا۔ دیکھو جو شخص مقام طریقت سے گرے گا۔ مقام شریعت میں پڑے گا۔ لیکن اگر مقام شریعت سے بھی گر جائے۔ تو جہنم کے سوا کہاں جائے گا۔ پھر فرمایا۔ پہلے تو مطلق سماع ہی میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ نے چند در چند شرائط کے ساتھ خاص الخاص لوگوں کیلئے جائز کہا ہے اور وہ بھی بغیر ساز کے ساز کے ساتھ تو بالاجماع حرام ہے

اس نے کہا شیخ موصوف نے سماع تو کیا ہے خواہ مزامیر کے ساتھ نہ کیا ہو۔

میں نے کہا۔ اگر انہوں نے سماع کیا ہے۔ تو میں انہی کے الفاظ میں کہوں گا۔ کہ مشائخ کا کوئی فعل شرعی حجت نہیں ہے خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ میں نہ ساز کے ساتھ سماع کرتا ہوں نہ بغیر ساز کے۔

میں نے کہا۔ آپ نے استفادہ عن القبور ثابت کرنا تھا۔

اس نے کہا۔ اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ شاید آپ نے دیکھی نہیں۔

میں نے کہا یہ سب مجاوران قبور کی تصنیف ہیں۔ جن میں بزرگوں پر افترا پردازی کی ہوئی ہے۔ چنانچہ خیر المجالس کے حوالہ سے اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ دو مادہ گائیں ذبح کرنا ایک قتل انسانی کے برابر اور دس بھیڑ بکریاں ذبح کرنا ایک قتل انسانی کے برابر ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا خواجہ صاحب ہارونی نہیں تھے ہرونی تھے۔ ہرون ایک بستی کا نام ہے جو آپ کا وطن تھا۔ پھر فرمایا۔ یہ الفاظ خواجہ صاحب کے نہیں ہو سکتے میں نے اور بھی اس قسم کی باتیں ان کے متعلق سنی ہیں۔ مگر یہ سراسر بہتان و افترا ہے جو خواجہ صاحب پر ان کے ناخلف مریدوں نے تراشا ہے۔ پھر فرمایا حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی تصنیف نہیں لکھی۔ کیونکہ مجھ سے بہتر شیخ فرید الدین اور شیخ قطب الدین و دیگر چشتی خواجگان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کوئی تصنیف نہیں لکھی۔

اس نے کہا اس کی کیا وجہ ہے دیگر اصفیاء و علماء نے ہزاروں تصنیفیں لکھی ہیں۔

میں نے کہا۔ شاید اس لئے کوئی تصنیف نہ لکھی ہوگی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تصنیف نہیں لکھی۔ مزید برآں یہ خیال آیا ہوگا کہ بزرگان سلف کی تصنیفیں لوگوں کی ہدایت کیلئے کافی ہیں۔

اس نے کہا۔ صوفی کے لئے سلف کے طریقے کی متابعت ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ کہا گیا ہے۔ کہ الصوفی لا مذہب لہ۔ اور مولانا روم فرماتے ہیں۔ ؎

ملت عشق از ہمہ ملت جداست　　عاشقاں را مذہب و ملت خداست

ترجمہ :- عشق کا مذہب تمام مذاہب سے نرالا ہے عاشقوں کا مذہب خدا ہے۔

میں نے پوچھا۔ کس طریقہ سے تعلق رکھتے ہو؟

اُس نے کہا تینوں طریقوں سے مگر سلطان المشائخ کے ساتھ میری خاص محبت ہے۔

میں نے کہا فوائد الفوائد دیکھی ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں دیکھی ہے۔ یہ کتاب فقراء کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے بلند درجہ رکھتی ہے۔

میں نے کہا اس کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت سلطان المشائخ بزرگان سلف کا مذہب رکھتے تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بھی سلف کے اعمال وعقائد کے اتباع کرنے کا حکم دیتے تھے اور یہ آپ کا قول بھی مذکور ہے۔ کہ جو شخص مقام طریقت سے گرے مقام شریعت میں پڑے گا۔ لیکن جو شخص مقام شریعت سے تجاوز کرے گا۔ وہ کہیں کا نہ رہے گا۔

اسی کتاب میں ایک مقام پر لکھا ہے۔ کہ حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا آپ کے مرید اکھٹے ہو کر ساز سُن رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تو اس سے ان کو منع کر دیا ہے نہیں باز آتے۔ تو بُرا کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو نماز میں غلطی سے امام کو آگاہ کرتے والی عورت کو تالی بجانا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ حرکت ساز بجانے سے مشابہ ہے اور لہو میں داخل ہے۔

اسی کتاب میں آپ سے ایک حکایت منقول ہے۔ آپ نے فرمایا۔

قیامت کے دن ایک شخص سے سوال ہوگا۔ کیا تو نے سماع کیا۔ وہ کہیگا ہاں یا اللہ پھر کہا جائیگا۔ تُو تو مضامین سماع کو ہی ہمارے اوصاف سمجھتا ہوگا۔ وہ اثبات میں جواب دے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ شاعروں کے مضامین میں بیان کردہ اوصاف تو حادث تھے۔ اور ہماری ذات قدیم ہے حادث کا اطلاق غیر حادث پر کیونکر درست سمجھا۔ عرض کرے گا۔ بارِ خدایا! تیرے ساتھ محبت کی وجہ سے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ اگر میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ایسا کیا۔ تو معاف کرتا ہوں‘ یہ حکایت بیان کر کے آپ رو پڑے اور فرمایا۔ غور کرو جب اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے متوالوں سے اس طرح باز پرس کرے گا۔ تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اے بھائی تمہارا کلام موضوع سے دور جا پڑا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ جس طرح زندہ پیر سے استفادہ ہو سکتا

ہے۔ اسی طرح پیر کی قبر سے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ خیال آپ کے ذہن میں قرار کس طرح پا گیا ہے۔ جب کہ یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے اس کا ثبوت مذکور نہیں

اس نے کہا۔ ان لوگوں سے تو ہمیں بھی اتفاق نہیں۔ جو مردہ پیر کو زندہ پیر کی طرح قادر بہ کمالات سمجھتے ہیں۔ اور قلبی و لسانی ذکر کے لئے محض قبروں کو قبلۂ توجہ بناتے ہیں۔ لیکن جو شخص قبر کی بجائے صاحب قبر کی روح کو قبلۂ توجہ بنا کر ذکر الٰہی کرے اس کے جواز میں کیا کلام ہے۔؟

میں نے کہا۔ دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زندگی میں قبلۂ توجہ نہ بنایا اور نہ بعد وفات آپ کی پاک روح کو یہ منصب دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی تمام امت کے لئے صرف ایک قبلہ توجہ الی اللہ قرار دیا۔ جسے کعبہ کہتے ہیں۔ اور اس کے سوا کسی بشر کو اجازت نہیں دی۔ کہ کسی نیک آدمی کی روح کو قبلۂ توجہ بنا کر مشغول ذکر اللہ ہو۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص ایسا کرے تو دینِ اسلام سے اس کے باغی ہو جانے میں کیا شک ہے۔ کیونکہ وہ اپنے لئے نئی شریعت تجویز کرتا ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم نہیں دیا۔

اس نے کہا۔ کیا متاخرین نے اس معاملہ میں غلطی کھائی۔؟

میں نے کہا، اگر متاخرین نے نہیں کھائی۔ تو کیا متقدمین نے غلطی کھائی۔ جن میں تابعین رحمہم اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کہ اختیاری قبلہ کو چھوڑ کر مجبوری قبلہ اختیار کیا۔ اور اتنی بڑی پابندی اپنے سر لے لی۔

اس نے کہا ہمارے نزدیک کسی نے خطا نہیں کی۔ متقدمین نے اگر ذکر و دعا کے وقت ارواح و وسائط کے فیض سے بے اعتنائی کی۔ تو اس زمانے کے لئے وہی ٹھیک تھا۔ اور اگر متاخرین نے مسئلہ استفادہ کا اختراع کیا تو اس وقت تعلق باللہ کی یہی قریب ترین راہ ہے

قبلہ توجہ کی دلیل

میں نے کہا۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب بھی دین میں نسخ جاری ہے۔ اور احکام میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ دین مکمل اور نسخ اور تبدیلی کو بند فرما چکے ہیں۔ ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ	میں نے آج تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرما لیا ہے۔

اس نے کہا آگے بھی تو پڑھیے!

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ	لیکن وہ شخص جو گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہیں اگر بھوک کی وجہ سے بیقرار ہو کر ایسا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی دینِ اسلام میں جس طرح حرام اور حلال مقرر ہو چکا ہے۔ اور اضطرار و اضطراب کی حالت میں پھر بھی حرام چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح دَورِ اوّل کے مقابلہ جو آفتاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے پوری طرح منوّر تھا۔ اس زمانہ میں جب کہ اندھیری رات جیسے تاریک فتنوں کے ظہور نے بنی نوع انسان کے قلوب کو بالکل بے نور کر دیا ہے۔ ارواحِ بزرگانِ سے نور حاصل کرنا جائز ہے تاکہ خدا کی راہ (صراط مستقیم) پر چلنے میں مدد ملے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

جب کسی امر میں پریشانی ہو۔ تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔

میں نے کہا۔ ٹھیرو! ٹھیرو! یہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ مجاوروں کا قول ہے جو تحصیل نذر و نیاز کے لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کتب صحاح میں اس کا نام و نشان تک نہیں۔ محدثین و صوفیائے محققین رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے کہا ہے کہ یہ قول اور اس قسم کے دوسرے اقوال مثلاً جب مشکل پیش آئے تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو اور اگر کسی کا پتھر پر اعتقاد ہو تو وہ بھی فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ سب قبر پرستوں کی بنائی ہوئی حدیثیں ہیں۔ اور ان کی تردید اوپر گذر چکی ہے۔ باقی رہا آپ کا خیال کہ فتنہ کے زمانے میں بزرگوں کی ارواح سے اقتباس نور جائز ہے۔ بالکل لغو خیال ہے۔ یہ خیال سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ہے۔ اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے اس کی نسبت کچھ بھی منقول نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں سے بچنے کے لئے کتاب و سنت کے اتباع کرنے کا حکم فرمایا ہے اور کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اضطرار کی حالت میں ملائکہ یا ارواح انبیاء سے نور حاصل کر لیا کرو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرماتی ہیں۔ کہ میں شبقدر میں کیا پڑھوں۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جواب دیا۔ یوں کہا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ	اے اللہ تو معاف کرنیوالا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے مجھے معاف کر دے

حالانکہ ظاہر ہے۔ کہ شبقدر میں فرشتوں اور ارواح کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ (پ۳۰)	شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اللہ کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ اضطرار کی وجہ سے ارواح کو قبلۂ توجہ بنانا جائز ہے۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ شرک یا مشابہ شرک ہے۔ جو حرام ہے۔ غور کرو وہ کلمۂ کفر جو اضطرار کی حالت میں جان بچانے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس کے ساتھ یہ شرط لگا دی گئی ہے۔ کہ صرف زبان سے کہے دل سے اس پر یقین نہ رکھے۔ کیونکہ دل سے کسی چیز کو مان لینا اضطرار میں داخل نہیں ہے۔ اضطرار کی تو یہ کیفیت ہے۔ کہ غالب جان مارنے کی دھمکی دے۔ اور مغلوب معلوم کرے کہ حرام عمل کے ارتکاب کے بغیر چھٹکارا نہیں۔ تو حرام عمل کا ارتکاب کرے۔ مگر دل سے اس سے نفرت ہی رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (پ۱۴)	جو ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کرے سوا اس شخص کے کہ جس پر زبردستی کی گئی ہے۔ مگر اسکا دل ایمان پر قائم ہے۔ لیکن جو شخص دل کھول کر انکار کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت پر غور کرو۔ میں نے صرف تمہارے سمجھانے کے لئے لمبی تقریر کی ہے۔ ورنہ خود تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے شافی جواب ہے۔ کیونکہ وہ آیت فطرت انسانی کی صحیح ترجمان ہے۔ ارشاد ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ (پ۶)	پس جو شخص بھوک سے بیقرار ہو اور گناہ کیطرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

یعنی مضطر اگر عمداً گناہ کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے۔ یا علانیہ شریعت کی مخالفت کرنے پر کمر بستہ ہے۔ تو ایسے مضطر سے ہرگز بخشش اور مغفرت کا وعدہ نہیں ہے۔

غرض انصاف سے بتاؤ۔ کہ بزرگ کی روح زندوں کی التجا پر متوجہ ہو سکتی اور ذکر و تعلیم کا القاء کر سکتی ہے۔ کیا یہ محض ظن نہیں ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ۝ وہ محض بے اصل خیالات کے پیچھے چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں

دوسری دلیل اس نے کہا۔ یہ آیت تو سوءِ ظنّ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ بدظنّی سے اجتناب کیا جائے۔ مگر ہم حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ جس کا ذکر اس حدیث قدسی میں ہے۔ کہ

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنی میں اپنے بندے کیساتھ اس کے ظن کے مطابق ہوں

اس کا جواب میں نے کہا۔ یہاں تو بِیْ (میرے ساتھ) فرمایا گیا ہے۔ نہ کہ بِقَبْرِ عَبْدِیْ (بندے کی قبر کے ساتھ)۔

اس نے کہا۔ ہم فقیر لوگ جھگڑا نہیں کرتے۔

میں نے کہا۔ خوب! اب تک فقیر لوگ کیا کرتے رہے۔

ایک وضعی حدیث اس نے کہا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یَا عِبَادَ اللّٰہِ فَاَعِیْنُوْنِیْ (اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو) کے متعلق کیا کرو گے۔ جو صحیح حدیث میں وارد اور صاف طور پر بندگانِ خدا سے استعانت پر دلالت کرتی ہے۔ اور استفادہ بھی استعانت ہی کی ایک قسم ہے۔

اس کی تشریح میں نے کہا۔ تم نے اسے صحیح حدیث کیونکر مان لیا۔ درآں حالیکہ محمدؒ بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور امام مسلم اور دیگر اصحاب صحاح ستہ رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی اپنی کتابوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کا ذکر نہیں کیا یہ حدیث غالباً حصن حصین میں بروایت طبرانی مذکور ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کے معانی پر غور کریں۔ یہ معلوم کر لینا ضروری ہے۔ کہ آیا طبرانی سے لے کر روایت کنندہ صحابی تک جس قدر راوی ہیں۔ ثقہ بھی تھے یا نہیں۔ اور آیا یہ حدیث متواتر ہے یا مشہور، منقطع ہے یا مرسل اور ضعیف ہے۔ یا صحیح؟

دوسرے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حصن حصین میں یَا عِبَادَ اللّٰہِ فَاَعِیْنُوْنِیْ کی بجائے اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ لکھا ہوا ہوگا۔ تیسرے اس کے سیاق و سباق پر غور کرنا بھی لازم ہے۔ نہ کہ بے دین

لوگوں کی طرح صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر اڑے رہنا۔

جمع الجوامع میں ابویعلیٰ سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ	جب بیابان میں تمہارا کوئی چارپایہ گم ہوجائے۔ تو پکارا کرو اے
فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللهِ احْبِسُوْا عَلَيَّ يَا عِبَادَ اللهِ	اللہ کے بندو میرے چارپایہ کو روکو کیونکہ اللہ کی طرف
احْبِسُوْا عَلَيَّ فَإِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا يَحْبِسُهُ	سے زمین پر حاضر رہنے والے مقرر ہیں جو تمہارے
اللهُ عَلَيْكُمْ	جانوروں کو روک رکھتے ہیں

اور عتبہ بن غزوان سے اس طرح مروی ہے۔

إِذَا ضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ غَوْثًا وَهُوَ	جب تم میں سے کسی کا کچھ جاتا رہے اور ایسی جگہ پر ہو جہاں کوئی یار و مددگار
بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ	نہ ہو۔ تو یوں کہے اے اللہ کے بندو! میری فریادرسی کرو۔ تو ان کی
أَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيْثُوْنِيْ فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا	امداد کیلئے اللہ تعالیٰ سامان پیدا کردے گا کیونکہ خدا کی طرف سے
لَا تَرَوْنَهُمْ۔	لوگوں کی امداد کیلئے صحراؤں میں ایسے نفوس مامور ہوتے ہیں

جو دکھائی نہیں دیتے۔

ان دونوں حدیثوں سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔

اوّل:- یہ کہ صرف اُن بندگان خدا کو امداد کے لئے پکارنا جائز ہے۔ جو خدا کی طرف سے لوگوں کی امداد کے لئے صحراؤں میں مامور ہیں۔

دوم:- یہ کہ اس قدر استعانت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ کہ زندوں میں سے کوئی اس کا یار و مددگار موجود نہ ہو۔

سوم:- استعانت ایسے امور میں ہو۔ جن میں لوگ ایک دوسرے کی امداد کیا کرتے ہیں۔

چہارم:- اگر یہ حدیث معتبر ہے۔ تو یہ استعانت خاص طور پر بحکم پیغمبر علیہ السلام مشروع ہوگی اور اگر یہ حدیث ہی معتبر نہ ہو۔ تو حدیث کی رُو سے اس پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔ اب صحیح حدیث سنو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا ہے۔

وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ	جب مدد مانگو، تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

پھر قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

جس میں عبادت اور استعانت دونوں پر الگ الگ لفظ اِیَّاکَ آیا ہے۔ جو حصر کے لیے ہے (یعنی عبادت واستعانت دونوں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں) بہر حال جملۂ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ سے استعانت عن القبور کے جواز کی دلیل لینا یا استفادہ عن القبور کو استعانت کے مشابہ جاننا گویا حاضر اور غائب کو برابر جاننے یا دو مخالف چیزوں کو ایک چیز سمجھنے کے مترادف ہے جو محال ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث میں اگر صحیح ہے) ان بندگانِ خدا کی زندگی، ان کا وظیفۂ حیات اور ایسے مواقع پر ان کا حاضر ہونا سب کچھ واضح کر دیا ہے۔ کہ اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَایُرَوْنَ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہوتے ہیں۔ جو نظر نہیں آتے۔

اس کے بالعکس اہل قبور کی وفات ورحلت اور اس دنیا سے انتقال ورخصت ایک ثابت شدہ امر اور ایک مسلمہ چیز ہے۔

ایک اور حدیث

اور اگر صوفیاء کرام ہی کی روایات پر اعتبار ہو۔ تو سنو اس حدیث کو صوفیاء نے روایت کیا ہے۔ یعنی

مَنْ زَارَ حَیًّا وَّلَمْ یُرْزَقْ شَیْئًا فَکَاَنَّمَا جس شخص نے کسی زندہ کی زیارت کی اور کچھ نہیں دیا گیا اس نے گویا
زَارَ مَیِّتًا مردہ کی زیارت کی (کیونکہ مردوں سے کچھ دستیاب نہیں ہوتا)

ثمرات الحیات میں لکھا ہے۔ کہ صوفیاء اس سے یہ مراد لیتے ہیں۔ کہ آدمی اگر کسی شخص سے ملے اور کھانے پینے کی کوئی چیز نہ پائے۔ تو اس نے گویا مردہ سے ملاقات کی مگر اس کے یہ معنی نہیں جو انہوں نے کئے ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ جس نے کسی زندہ دلی کو پایا۔ اور اس سے کوئی باطنی فائدہ حاصل نہ کیا۔ تو اس نے گویا مردے کی زیارت کی (انتہی کلامہ) اور بقول حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث میں رزق کے معنی عام لیتے ہیں۔ یعنی کھانے پینے اور فائدہ اٹھانے کی چیزیں لکھا ہے۔ کہ بعض درویشوں نے جب آپ (شیخ بہاؤالدین) پر اس وجہ سے اعتراض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ فلاں بزرگ اپنے ملنے والوں کو اس حدیث کی بنا پر کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو ضرور دیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص آپ کی عطا کردہ چیز نہ لیتا یا اس تکلف کی وجہ دریافت کرتا تو آپ یہ حدیث پڑھ کر سنا دیا کرتے تھے۔ غرض (آپ کے نزدیک) ظاہری اور

باطنی دونوں طرح کے فائدے اٹھانے پر رزق کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے لَمْ يُرْزَقْ شَيْئًا کہا گیا ہے۔ لَمْ يُرْزَقْ طَعَامًا نہیں کہا گیا۔ جیسے کہ اس مسنون دعا میں علم وفہم وغیرہ کے عطا کئے جانے پر رزق کا لفظ بولا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عِلْمًا نَافِعًا وَّ فَهْمًا كَامِلًا یعنی الٰہی مجھے فائدہ دینے والا علم اور فہم عطا فرما۔

اس نے کہا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زیارت قبور کا حکم دیا ہے۔ اس سے کیا فائدہ ہے۔؟

میں نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود ہی اس کا فائدہ بیان فرما دیا ہے۔ کہ اس سے موت اور آخرت یاد آتی ہے۔ مگر جو فائدہ تم ڈھونڈتے ہو۔ وہ کسی ایسے فقیر کی ایجاد ہے۔ جس نے نذر ونیاز کے طمع سے یہ بدعت اختراع کی ہے۔ اور جس کا فقر قریب ہے کہ کفر ہو جائے كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا اس کا فقر وہ فقر نہیں۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے فخر کہا تھا۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ اور جس کی سب سے بڑی صفت ہر بدعت سے اجتناب و پرہیز ہے۔

اصل فقر کیا ہے ۔۔ حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے۔ کہ

حَقِيْقَةُ الْفَقْرِ اَنْ لَّا تَفْتَقِرَ اِلٰى مَنْ هُوَ مِثْلُكَ اصل فقر یہ ہے۔ کہ اپنے جیسے محتاج انسان کے سامنے اپنی ضرورت واحتیاج کبھی پیش نہ کرے۔

اور قرآن مجید کی رو سے تمام لوگ یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں) ارشاد ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاۤءُ اِلَى اللّٰهِ۔ اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔

اس نے کہا۔ اس طرح تو ہدایت وارشاد کا کارخانہ اور پیری ومریدی کا سلسلہ بالکل درہم برہم ہو جائے گا۔ اور بزرگان دین پر خطا لازم آئے گی۔ حالانکہ کہا گیا ہے۔

ع خطائے بزرگاں گرفتن خطاست بزرگوں کی نکتہ چینی کرنا گناہ ہے

میں نے کہا۔ اصل یہ ہے۔ کہ جو فعل گناہ ہے وہ تو کسی بزرگ کے کرنے سے بھی گناہ ہی رہے گا۔ اور ایسے فعل کی متابعت کرنے والا بھی گنہگار ہو گا۔ مگر میرے نزدیک اس مصرعہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ بزرگوں کی عیب چینی کرنا اور عیب نمائی کے لئے ان کی اجتہادی خطاؤں کا جا بجا ذکر کرنا خطا ہے۔ لیکن (تحقیق حق کے لئے ذکر کرنا گناہ نہیں) اور اس سے کیونکہ ان کی اجتہادی خطائیں

قابلِ عفو و مغفرت ہیں۔ اور اس سے پیری و مریدی کا سلسلہ درہم برہم نہیں ہو سکتا۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو عیدگاہ بنانے سے منع فرمایا۔ اور لوگوں کو تاکید فرمائی کہ آپ کی مرقد پاک کے ساتھ پرستاری کا ہرگز کوئی معاملہ نہ رکھیں۔ مگر تاحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور متابعت اسی طرح برقرار ہے۔ اور قائم و جاری رہے گی۔

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ کی تفسیر

اس نے کہا۔ میں نے مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر ایک پیر صاحب سے اس طرح سنی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا	اے مسلمانو! اس قوم کو دوست مت رکھو جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب
غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ	نازل ہوا۔ وہ لوگ آخرت کے ثواب سے اسطرح مایوس ہیں
كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (پ۲۸)	جس طرح کفار جو قبروں میں مدفون ہیں ناامید ہیں۔

پیر صاحب نے فرمایا۔ میرے قلب پر اس آیت کے متعلق وہ چیز القاء کی گئی ہے۔ جو متقدمین اور متاخرین کی تفسیروں میں بھی نہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اس قوم سے دوستی مت قائم کرو۔ جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ اس لئے کہ وہ آخرت کے فائدہ سے اسی طرح مایوس ہیں۔ جس طرح اس امت کے کافر لوگ اہل قبور کے استفادہ سے مایوس ہیں۔

میں نے کہا۔ تفسیر تو نئی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جملہ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تفسیر کے مخالف ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ جس نے اپنی رائے کے مطابق قرآن کی کسی آیت کی تفسیر کی اس کا مقام جہنم ہے۔

اس نے کہا۔ قرآن پاک کی ساری تفسیر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول نہیں۔ ضروری بات ہے۔ کہ مفسرین نے بعض آیات کے معانی اپنی رائے کے مطابق کئے ہوں گے۔

میں نے کہا۔ ضروری یہ بات ہے۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے معانی کے مخالف نہ ہوں۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ ان کی رائے سے ملتی ہوئی رائے بھی نہ ہو۔ اور جو کچھ تمہارے پیر نے کہا وہ تو بالکل مخالف ہے۔ رد کرنا چاہیئے۔

اس نے کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس آیت کے متعلق کیا مذکور ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر

میں نے کہا۔ اصحاب القبور سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک مرے ہوئے کافر ہیں۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ مغضوب قوم اجرِ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں۔ چنانچہ درِ منثور میں ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مغضوب لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کی آمد کے امیدوار ہیں۔ وہ اجرِ آخرت سے ایسے مایوس ہو چکے ہیں۔ جیسے مرے ہوئے کافر ناامید ہو چکے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد مرے ہوئے کافر ہیں جو آخرت کے ثواب سے مایوس و ناامید ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اصحاب القبور سے مراد مرے ہوئے کافر ہیں۔ حضرت مجاہد اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔

تفسیر ابنِ جریر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ کفار میں سے جب ایک شخص مر جاتا ہے۔ تو پس ماندگان اس کے دوبارہ جی اٹھنے سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ انسان مرنے کے بعد زندہ نہ ہوگا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا۔ جیسے زندہ کافر مردہ کافروں سے مایوس ہو چکے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس سے مراد یہود ہیں۔ جو آخرت میں جی اٹھنے سے مایوس ہو گئے ہیں جیسے کفار مر کر جی اٹھنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر کی وجہ سے آخرت کے ثواب سے مایوس ہو چکے ہیں۔ جیسے کفار اپنے اعمال کے اجر سے آخرت کو مایوس ہوں گے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب ایک کافر مر جاتا ہے تو اس کے پس ماندگانِ اس کی ملاقات سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ جیسا مرنے والا آخرت کے اجر و ثواب سے مایوس ہو جاتا ہے۔

تفسیر مدارک۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ زندہ کافر آخرت کے اجر سے مایوس ہیں۔ جیسے ان

کے اسلاف جو قبروں میں آخرت کے ثواب سے مایوس پڑے ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ کہ مغضوب قوم سے مراد یہود ہیں۔ اس طرح کہ محتاج مسلمان امرائے یہود کو مسلمانوں کی خبریں پہنچایا کرتے اور ان سے اس خدمت کا اجر لیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات سے منع کر دیا تو یہود اپنی شرارتوں کے بارآور ہونے سے ایسے مایوس ہو گئے۔ جیسے مرے ہوئے کافر اجر آخرت سے مایوس ہیں۔

غرض میں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی تفسیر تو یہ ہے۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ پیر صاحب کے معانی ان کے مفہوم کے کس قدر متضاد ہیں۔

اس نے کہا۔ اتنی روایتیں تمہیں کیونکر یاد رہ گئیں۔

میں نے کہا۔ دو تین روز سے میں تمہارے سوالات پر غور کر رہا تھا اور خیال تھا۔ کہ شاید یہ آیت تمہارے لئے وسوسہ کا موجب ہو اس لئے معتبر تفاسیر کے حوالے یاد کر لئے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَهُوَ الْهَادِيْ إِلٰى سَوَآءِ الطَّرِيْقِ ٥

مسئلہ توسل اس نے کہا۔ تقرب الٰہی کے لئے بزرگوں کو وسیلہ بنانا کیسا ہے۔

میں نے کہا۔ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۬

مسلمانو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ فلاح پاؤ۔ پ ۶

لیکن اس کو استفادہ عن القبور سے کوئی تعلق نہیں کسی بزرگ کو وسیلہ بنانے کا یہ مطلب ہے۔ کہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے اس کے اعمال حسنہ کی پیروی کی جائے جو کتاب و سنت کے مطابق ہوں۔

آیت کے معنی مفسرین کرام نے لکھا ہے۔ کہ اصل میں ہر شخص کا وسیلہ اس کو اپنا عمل ہے نیک عمل اللہ کی رضا کا وسیلہ اور برا عمل اس کے غضب کا وسیلہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ایمان و تقویٰ کا وسیلہ اس سے پہلے کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے۔ اور عمل صالح اس

یَرْفَعُہٗ کو پہنچاتا ہے۔

بعض نے اس سے قرآن مجید کی تلاوت مراد لی ہے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خواب کا قصہ پیش کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضرت امام نے کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ بارِ خدایا! تیرا قرب کس چیز سے حاصل ہو سکتا ہے جواب یہی ملتا رہا۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت سے۔ حضرت امامؒ نے عرض کیا کہ تلاوت بے فہم یا بافہم؟ جواب ملا کہ دونوں طرح کی تلاوت سے۔

حبّ پیغمبر علیہ السلام بھی وسیلہ ہے

بعض علمائے متاخرین نے کہا ہے۔ کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت عظام اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ محبت رکھنا بھی وسیلۂ نجات ہے۔ کیونکہ محبت اعمال قلبی میں سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن جس کی معیت چاہتا ہے دنیا میں اس کے ساتھ محبت رکھتا ہے

سجدۂ تعظیمی

اس نے کہا۔ اچھا وسیلہ سے مراد عمل صالح ہے۔ تو جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا جہاد فی سبیل اللہ کفار اور نفسِ نابکار کے ساتھ جنگ کرنے کا نام ہے کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ تو ظاہر ہے نفس امارہ بھی ضرر رسانی میں کفار سے کم نہیں یہ لذّت و آرائشِ دنیا کے سبز باغ دکھا دکھا کر گمراہ کرتا ہے اور ان لوگوں کو جو عمل صالح کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بزرگوں کو مان لینا ہی تقرب الٰہی کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ یہ سبق سکھا کر صراطِ مستقیم سے روکتا ہے۔ کہ بزرگ اگرچہ مخلوقِ خدا ہیں۔ تاہم عوام کیلئے بمنزلۂ خالق کے ہیں۔ اور چونکہ انہیں حاضر و ناظر و غیب کا تمام علم حاصل ہے۔ اس لیئے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے اور ان میں سے بعض غالیوں نے شیخ کیلئے سجدۂ تعظیمی بھی جائز بنا لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ سجدہ عبادت کیلئے نہیں صرف تعظیم کے لئے ہے۔ کوئی پوچھے کہ عبادت کیلئے جو سجدہ کیا جائے اس میں مسجود کی تعظیم مدِ نظر نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے۔ تو دونوں میں فرق کیا رہ گیا۔

اس نے کہا کیا شیخ کو وسیع العلم ماننا جائز نہیں؟

میں نے کہا۔ نہیں یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ کامل الاطلاع اور وسیع العلم ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے۔ کہ امام الحنفاء حضرت ابراہیم خلیل صلوت اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے ان مشرکوں کو جو بزرگوں کی ارواح کو وسیع العلم مانتے تھے۔ یہی دلیل پیش کر کے ڈرایا کہ

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ
رَبِّيْ شَيْـًٔا ۗ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (پ ۷)

(میں ان سے نہیں ڈرتا جنکو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔ ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے تو دوسری بات ہے کیونکہ میرے پروردگار کا علم ہر چیز پر حاوی ہے کیا تم اس سے نصیحت اندوز نہیں ہوتے)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری اور اس کی جماعت کے رد میں جو گوسالہ پرستی کرتے اور گوسالہ کے پاس مراقبہ اور اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ یہ ارشاد فرمایا۔ کہ

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا
لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝ اِنَّمَآ
اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ (پ ۱۶)

(اور دیکھ تیرے گھڑے ہوئے معبود کا اب کیا حال ہوتا ہے جس کی پوجا پر جم کر بیٹھ رہا تھا۔ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے۔ اور وہ راکھ سمندر میں ڈال دیں گے معبود تو تمہارا اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں وہ ہر چیز پر اپنے علم سے چھایا ہوا ہے۔

فرشتوں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ یوں کہا کرتے تھے۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ
لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ (پ ۲۴)

(اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنے علم اور رحمت میں گھیر رکھا ہے پس توبہ کرنیوالوں اور اپنی راہ پر چلنے والوں کو بخش دے۔

غرض نفس کا جہاد یہی ہے۔ کہ اس نابکار کو شریعت کے خلاف کہنے، کرنے اور سوچنے سے روکا جائے۔ تاکہ نجات حاصل ہو۔

ایک سوال اور اسکا جواب

میں نے کہا۔ اے بھائی اب تک تو تم سوال کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ اب میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کا جواب دیجئے سوال یہ ہے۔ کہ قرآن مجید سے سامری اور اس کے متبعین کا تعلق گوسالہ کے ساتھ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسکے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک قول نقل کیا ہے۔

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى
يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝ (پ ۱۶)

(انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو جواب دیا کہ جبتک موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس واپس نہ آجائے ہم اسکے پاس اعتکاف میں بیٹھے رہیں گے۔

شریعت موسوی کا انکار ان سے کہیں مروی نہیں۔ بلکہ شریعت کی رو سے اپنے فعل کی یوں تاویل کرتے تھے۔ کہ

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ط (یہی ہمارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے مگر وہ

(پ۱۶ سورہ طٰہٰ) بھول میں پڑ گیا)

یعنی وہ اتنا کہنے سے کافر ہو گئے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو ان کو توبہ کرائی گئی۔ اور ایسا کرنے والوں کو قتل کیا گیا۔ کیونکہ ان کے ہاں شرک کی توبہ اسی طرح قبول ہو سکتی تھی۔ کہ مشرک کو قتل کر دیا جائے۔ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ کسی چیز میں قدرت الٰہی کا ظہور دیکھ کر اسے فیض رساں سمجھنا اور اس سے مستفید ہونے کے لئے اس پر اعتکاف بیٹھنا اور ایسا کرنے کو عبادت سمجھنا یا ثواب کا موجب جاننا ہماری شریعت میں کیسا ہے۔

اس نے کہا۔ ہماری شریعت میں مباح ہے۔ اور طریقت میں واجب۔ مثنوی شریف میں مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

ابلہاں تعظیم مسجد مے کنند   در جفائے اہل دل جدّ مے کنند
آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں   نیست مسجد جز درون سروراں
مسجدے کاں اندرونِ اولیاست   سجدہ گاہِ جملہ وآں جا خدا است

ترجمہ:۔ (۱) بیوقوف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں۔ مگر اہل دل کو ایذا دیتے ہیں۔

(۲) ان سے کہئے اے بیوقوفو! وہ مجاز اور یہ حقیقت اصل مسجدیں تو برگزیدہ لوگوں کے سینوں میں ہیں۔

(۳) اولیاء اللہ کے اندر جو مسجد ہے۔ وہی تمام لوگوں کی سجدہ گاہ ہے۔ اور اسی جگہ خدا ہے۔ میں نے کہا تو ان مظاہر کی عبادت و پرستش کی دلیل وجوب بھی مثنوی شریف کے اشعار میں یا کبار اہلِ طریقت کا کوئی قول بھی ہے۔

اس نے کہا۔ اہلِ طریقت اس مسئلہ کی پوشیدہ اشاعت کرتے تھے۔ اور اپنے خاص دوستوں کے سوا کسی سے یہ راز نہیں کہتے تھے:

میں نے کہا شریعت و طریقت کے جس قدر امور ہیں۔ وہ تو سب کھلے کھلے اور ظاہر و باہر ہیں

باقی جس قدر پوشیدہ راز بتلائے جاتے ہیں۔ وہ سب بیہودہ خیال اور بزرگوں پر اتہام والزام ہیں۔ جن سے ان کا وجود بری اور پاک ہے۔ اور مظاہر کی تعلیم میں غلو کرنے والوں کی نیت اگرچہ نیک ہو مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ انہوں نے غلط راہ اختیار کی ہوئی ہے۔ ان کا اتباع کسی صورت میں بھی جائز نہیں نہ شریعت میں نہ طریقت میں بزرگانِ طریقت نے واضح طور پر فرما دیا ہے۔ کہ

كُلُّ حَقِيقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ ہر ایسی حقیقت زندقیت ہے جس پہ شریعت کی
زَنْدَقَةٌ مہر تصدیق نہ ہو۔

اس نے کہا۔ یہ کس بزرگ کا قول ہے۔؟ میں نے کہا! یہ قول فتوح الغیب میں درج ہے جو حضرت سیّد محیّ الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

اس نے کہا۔ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا درست اور صحیح ہے۔ کاملانِ طریقت نے بجا فرمایا ہے

از حق جز حق مخواہ توحید ایں است از سایۂ خود گریز تفرید ایں است

ترجمہ:۔ توحید یہ ہے کہ خدا سے حق کی طلب کر۔ اور تفرید یہ ہے کہ اپنے سایہ سے بھی بھاگ۔

میں نے کہا۔ اے شیخ واقعی یہ سب رسمی اور رواجی باتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کو دیکھ کر رواج پا گئی ہیں۔ شریعت میں ان کا کوئی اصل نہیں۔

اس نے کہا۔ حضرت میں سمجھ گیا۔ انشاء اللہ تمام ایسی رسوم کو اپنے خاندان سے محو کر دوں گا

میں نے پڑھا:۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

یہ بحث رسالہ ہذا میں اس لئے لکھ دی گئی ہے۔ تاکہ ناظرین اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو جائیں۔ قبر پرست عام طور پر اسی قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں۔

وسیلہ کی بحث

اب تک جو کچھ بیان ہوا۔ مرض قبر پرستی کے لئے بیان کیا گیا۔ اب کتاب ختم کرنے سے پہلے مناسب نظر آتا ہے۔ کہ وسیلہ کی تشریح بھی کر دی جائے۔ اور ایسی حدیثوں کا ترجمہ لکھ دیا جائے۔ جو اس مسئلہ کا ماخذ ہیں۔ تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح روشن ہو جائے۔ اور غلط اور صحیح وسیلہ میں پہچان پیدا ہو سکے۔

نابینا والی حدیث

ایک نابینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے بصارت عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ اور اس طرح دعا کر۔"

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ
بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ
یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ
فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ لِیَقْضِیَهَا اَللّٰهُمَّ
فَشَفِّعْهُ فِیَّ (ترمذی)

اے اللہ میں تیری جناب میں التجا کرتا ہوں۔ اور تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنی اس حاجت میں آپ کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری کر دے یا اللہ میری اس حاجت میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت قبول فرمائے

نابینا نے اس طرح دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے بصارت عطا فرمائی۔

اس حدیث سے وسیلہ کے دو طریق صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو شرک کی آمیزش سے سالم اور دوسرا وہ جو اسلم ہے۔

اسلم طریق یہ ہے۔ کہ یہ صورت جو حدیث کے الفاظ سے نظر آتی ہے۔ وہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں ایک نابینا آیا اور آپ کی تلقین کیمطابق اس نے عمل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے۔ اس کی تائید چار باتوں سے ہوتی ہے۔ اول الفاظ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ سے دوئم علماء نے اس واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شمار کیا ہے (سوم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا اعلان نہیں فرمایا۔ اور چہارم اصحاب کبار میں سے کبھی کسی نے اس طرح دعا نہیں کی اور احادیث پر نظر رکھنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں۔ جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل نہیں کیا اس لئے ان کا حکم جاری نہیں رہا۔ انہی میں سے یہ دعا بھی ہے۔

واقعہ کی یہ صورت معلوم ہوتی ہے۔ کہ نابینا کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کرنے پر متوجہ ہوئے۔ اور جب نابینا کو معلوم ہو گیا۔ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کی دعا میں شریک ہیں۔ تو اس نے یوں عرض کیا۔ یا اللہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرمائیے

اس کو ایک مثال سے سمجھئے فرض کیجیے کہ ایک بادشاہ کی طرف سے کسی شخص کو تکلیف پہنچی وہ بادشاہ کے وزیرِ خاص کے پاس گیا۔ اور کہا ایسی تدبیر بتلائیے۔ جس سے بادشاہ میری تکلیف دور فرمائے سائل کی اس درخواست پر وزیر نے یہ صورت بیان کی کہ میں بادشاہ کی طبیعت سے خوب واقف ہوں وہ عجز و انکساری کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے جب تک کمال عاجزی سے تو خود اس کے حضور میں اپنے مدعا کو عرض نہ کرے گا۔ اس وقت تک تیرے متعلق میری سفارش مؤثر و مقبول نہ ہوگی۔ تمہاری درخواست کی صورت یہ ہونی چاہیے۔ کہ جب بادشاہ کے دربار میں آؤ تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی طرف دھیان رکھو اور ضرورت بیان کرنے کے بعد میرے ساتھ جو دلی الفت ہے۔ اس کا اظہار بھی ان الفاظ میں کر دو۔ کہ اے بادشاہ! تو اپنے وزیر پر بڑا مہربان ہے۔ اور میں اس کے شیداؤں میں سے ہوں۔ اس کی محبت کے وسیلہ سے تیرے دربار تک پہنچا ہوں اور دیکھ لے یہ تیرا وزیر بھی میرے ساتھ تیرے دربار میں موجود ہے اور میرے لئے سفارش کر رہا ہے۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہنا کہ اے میرے بادشاہ کے وزیر! میں نے اپنی عاجزی اور انکساری کی رو سے اپنی اس حاجت میں جو آپ کو معلوم ہے۔ آپ کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ اس امید پر کہ بادشاہ میری یہ حاجت پوری کر دے۔ اس وقت میں تیرے لئے سفارش کرونگا۔ مگر غافل نہ ہو جانا میری سفارش کے بعد فوراً اس طرح عرض کرنا۔ اے شہنشاہ اپنے وزیر کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ اور میری حاجت پوری کر۔ کیونکہ تیرے سوا کوئی حاجت روا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُسوہ

بعینہٖ یہ مفہوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فعل میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارانِ رحمت کے لئے دعا کی تھی۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے ایک دفعہ خشک سالی کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی دعا کا وسیلہ بنا کر اسطرح دعا فرمائی۔ اے خدا! ہم پہلے ایسی حالت میں تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اب تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (رضی اللہ عنہ) کو (اپنی دعا کا) وسیلہ بنا کر عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم پر بارانِ

رحمت نازل فرمائے"

اس سے ثابت ہوا کہ اگر اس طرح زندوں کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنایا جائے تو جائز ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا کو اسی طرح سکھایا تھا۔ اس میں یاد رکھنے کے قابل یہ بات ہے۔ کہ دعا میں کسی بزرگ کو شریک کرنے سے بجز توسل کے اور کوئی چیز مطلوب و مقصود نہ ہو

طریق سالم اس کلام میں مشارٌ الیہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ اس لئے مخاطب بھی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ہی ہو سکتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات کو مشارٌ الیہ سمجھنا مجازی طور پر ہو سکتا ہے حقیقی طور پر نہیں ہو سکتا۔ تو اب اطلاق مجاز کے لئے علاقہ مجازہ کا ہونا لازمی ٹھیرا جس کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مخاطب ہے۔ اور سائل کی مراد اس سے یہ ہے کہ اے خدا! محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر میرا ایمان لانا میری دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا محمدؐ کے ساتھ اسی لئے یا نبی اللہ کا جملہ تعلیم فرما دیا تھا۔

خیالی اضطراب

حاصل یہ کہ خدا سے دعا کرنے والا بعض اوقات اپنے دل میں حصولِ مراد کیلئے ایک خیالی اضطراب پیدا کر لیتا ہے۔ اگر یہ خیالی اضطراب مفضیٌ الی الشرک نہ ہو تو بسا اوقات دعا کے قبول ہونے کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ مگر عام طور پر یہ چیز چونکہ شرک میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خاص طور پر کئی جگہ علاج ارشاد فرمایا۔ اور یہاں بھی جملہ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ اسی غرض کے لئے لایا گیا ہے۔ کہ کلمہ یا محمدؐ حقیقی خطاب نہیں بلکہ خیالی خطاب ہے۔ اگر حقیقی ہوتا تو اے خدا پیغمبر کو میرا شفیع بنا کی بجائے اے پیغمبر میری شفاعت فرما کہا جاتا۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ فَشَفِّعْهُ میں ضمیر غائب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے اگر سائل کے قول یا محمدؐ میں حقیقی خطاب ہوتا تو فَشَفِّعْهُ کی بجائے فَشَفِّعْ ھٰذَا النَّبِیَّ کہا جاتا۔ بہرحال طریق اوّل اسلم عن الشرک اور اقرب الی الصواب ہے۔

قبیح طریقے : اب وسیلہ کے ناجائز اور غیر صحیح طریقوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں ایک اقبح ہے اور دوسرا

تلبیح۔ اقبح طریق وہ ہے جو قبر پرستوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ کہ ارواح سے حاجت روائی چاہنا مسنون و مستحب سمجھتے ہیں۔ اس میں اقبحیت کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز شریعت کے نزدیک گناہ اور معصیت ہے اسے حلال ماننا پڑتا ہے۔ اور یہ کفر ہے۔

اور قبیح طریق یہ ہے۔ کہ ارواح کو حاجت روائی کے لئے اپنا شفیع بنانا اور ان کی شفاعت کو اپنے لئے قبولیت کا یقینی سبب خیال کرنا۔ اس میں قباحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر امور دین میں ایک نئی چیز تجویز کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (پ ۲۵)

(کیا ان کے اور بھی شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے ایسا دین مقرر کر دیا ہے۔ جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ (پ ۲۳)

(کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنائے ہیں اے نبیؐ کہدے کیا اگرچہ وہ عقل سے کورے ہوں۔ اور کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اس وہم کے رد میں کافی ہے۔ جاننا چاہیئے۔ یہ بہت لوگوں کے پھسل جانے کا مقام ہے۔ انہوں نے سفارش کرنے والے اور جس کی سفارش کی جائے۔ میں فرق نہیں سمجھا۔ کہتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبدالقادر ساکن جیلان خدا کے لئے کچھ دے۔ اس کلام میں انہوں نے خدا کو سفارشی بنایا ہے۔ اور حضرت شیخ رح کو دینے والا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے۔

ایک حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا۔ کہا یا رسول اللہ میں خدا کو آپ کے پاس شفیع لاتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے اس قول سے ناراض ہو گئے۔ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ کہ کسی کے پاس اسے شفیع بنا کر لایا جاوے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ زندہ اور غیر زندہ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کو شفیع بنا کر لانا یا اس کا واسطہ دے کر مخلوق سے حاجت روائی چاہنا گویا خدا کو عاجز سمجھنا اور مخلوق کو زور آور جاننا معاذ اللہ من ذلک۔

قرب الٰہی کا وسیلہ صرف دو چیزیں ہیں

جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ صرف دو چیزیں ہیں اعمالِ صالح (کسبی ہوں یا حسبی) اور اوصافِ حمیدہ ان دونوں کا ذکر اذان کی دعا میں موجود ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تلقین فرمائی ہے دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ	(اے اللہ! تو جو رب ہے اس پوری دعوت کا اور نماز کا جو
وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ	ابھی قائم ہونیوالی ہے دے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ	کو وسیلہ کی بزرگی اور بلند درجہ اور کھڑا کر آپ کو مقام محمود
مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ	میں جو کہ تو نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے

اس دعا میں لفظ وسیلہ یا تو مصدر ہے۔ یا صفت بمعنی ما یتوسل بہ اور دونوں صورتوں میں یہ کسی صفت کا نام ہوگا۔ نہ ذات اور جنس کا۔

پس وسیلہ اگر صفت کا نام ہے تو آتِ محمدَنِ الوسیلۃ کے یہ معنی ہوں گے کہ خدایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صفت عطا کر جو مقام محمود کے حصول کا موجب ہو اور اگر مصدر ہے تو یہ مطلب ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سبب عطا کر جو مقام محمود کے حصول کا باعث ہو۔ مزید برآں وسیلہ کے ساتھ فضیلت کا لفظ ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے کہ جسطرح فضیلت ایک صفت کا نام ہے۔ وسیلہ بھی کسی صفت کا نام ہوگا۔

نتیجۂ بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی متابعت چھوڑ کر جو حقیقی وسیلہ ہے محض بزرگوں کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ وسیلہ اعمالِ صالحہ اور اوصاف حمیدہ کا نام ہے۔

تین مسافروں کا قصّہ

صحیحین میں ایک قصہ مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ تین آدمی صحرا میں سفر کر رہے تھے۔ جب ایک پہاڑ کے قریب پہنچے تو زور کی بارش آ گئی۔ بارش سے بچنے ...... کے لئے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ ابھی داخل ہوئے تھے۔ کہ ایک بہت بڑا پتھر کھسک کر غار کے منہ پر آ گیا۔ اور وہ تینوں اس کے نیچے آ گئے۔ جب مسافروں نے اپنے آپ کو اس طرح گھرا ہوا اور بے بس پایا۔ تو ایک دوسرے سے کہنے لگے بھائیو! بچنے کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ

ہر شخص اپنے خالص ترین عمل کا وسیلہ دیکر خدا سے دعا کرے شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات بخشے اور اس پر ایک شخص نے اپنے زنا سے بچنے کا واقعہ بیان کرکے اس طرح دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰالِكَ ابْتِغَآءَ وَجْھِكَ فَافْرُجْ عَنَّا

(کہ اے پروردگار اگر تیری نگاہ میں میں نے یہ کام صرف تیری رضا جوئی کیلئے کیا تھا تو اس غار کا منہ کھول دے)

اس کا دعا ختم کرنا تھا۔ کہ غار کا منہ اتنا کھل گیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔ پھر دوسرے نے دعا شروع کی اور اپنے بوڑھے والدین کی خدمت گذاری کا ایک واقعہ بیان کیا اور آخر میں انہی الفاظ میں دعا کی اب غار کا دو تہائی منہ کھل گیا۔ اب تیسرے نے ایک مزدور کے ساتھ معاملہ میں اپنی امانتداری کا واقعہ بیان کیا اور انہی الفاظ پر دعا ختم کی تو پتھر کھسک کر بالکل ہٹ گیا۔ اور وہ باہر نکل آئے۔

نتیجہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقصد اول جانتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اس کا وسیلہ گردانتے اور آپ کی متابعت کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور بزرگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہونے کی حیثیت سے دوست رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کے لئے یہ فعل وسیلہ نجات ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِّعْمَتِہٖ وَ اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ

(اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اور میرے اہل بیت سے پیار کرو اسلئے کہ میں ان سے پیار کرتا ہوں۔

پیروں کے ساتھ محبت کرنے کا معیار

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس حدیث کو معیار ٹھیرا لیں۔ اور کسی پیر کے ساتھ اس وقت تک رشتۂ الفت نہ جوڑیں۔ جب تک یہ معلوم نہ کر لیں کہ اس کا قول و فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق ہے۔

لیکن قبر پرستوں کے اس قسم کے اقوال مثلاً عصائے پیر بجائے پیر اور گور پیر بحکم پیر تو یہ شریعت و طریقت دونوں سے خارج ہیں۔ اور وسیلہ کے کسی مفہوم میں داخل نہیں۔ قبر پرستوں نے اس قسم کے اقوال عوام الناس کو مغالطہ دے کر خود ان کے پیشوا بننے کے لئے مشہور کر رکھے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرب الٰہی کا وسیلہ بنانا صرف آپکی متابعت

کرنے ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (پ ۳ سورہ آل عمران)

(اے نبی کہدو۔ اگر اللہ کے ساتھ محبت رکھنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخشدے گا۔)

اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنا ہی وسیلہ ہے۔

شفاعت کن لوگوں کیلئے ہے

اگر کوئی کہے قیامت کے روز آپ کی شفاعت وسیلۂ نجات ہوگی۔ تو اسے بتانا چاہیئے کہ کسی شخص کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہوگی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

(ایسا کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس سفارش کرے

اور اللہ تعالیٰ کا اذن مومن کے لئے ہوسکتا ہے۔ غیر مومن کے لئے نہیں ہوسکتا۔ تو اسطرح بھی نتیجہ وہی نکلا۔ کہ آدمی کا اصل وسیلہ اس کا اپنا ایمان ہے۔ جو بندہ کا عمل ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن
در زمیں دیگران خانہ مکن[1]

عمل مطابق سنت ہی قرب کا وسیلہ

اور یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ وہی چیز اللہ کے قرب کا وسیلہ ہوسکتی ہے۔ جو سنت کے مطابق ہو لیکن اس کے بالعکس جو لوگ سنّت کے مطابق سمجھتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے قبروں کو وسیلہ سمجھ رکھا ہے۔ جیسے کفار مورتیوں کو سمجھتے ہیں۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ لوگ بے خبری میں غیر ہادی کا اتباع کر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا

بھلا جو حق و صداقت کی راہ دکھا سکتا ہو۔ وہ قابلِ اتباع ہے۔ یا وہ جو بے بتلائے خود بھی راستہ نہ پاسکے۔ تمہیں کیا ہوگیا۔ کسطرح انصاف کرتے ہو۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ صرف

---

[1] دوسروں کا کام چھوڑ کر اپنا کام کر دوسروں کی زمین میں اپنا گھر نہ بنا۔

ظَنًّا ۚ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ (۱۰ : ۳۶) وہم کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ حق کے مقابلے میں وہم کی کوئی حقیقت نہیں۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ظن کی پیروی کرنے والوں کے لئے عذاب کا موجب ان کا اپنا عمل ہے۔ نہ کسی اور کا۔

عمل صالح کی تعریف اور وسیلہ نجات

الغرض ہر شخص کے لئے عمل ہی وسیلہ نجات ہو سکتا ہے۔ پھر جو معاملہ بزرگوں کی قبروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہ اگر عمل صالح میں داخل نہیں ہے۔ تو کیونکر نجات کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عمل صالح کی تعریف تو یہ ہے۔ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔ صاحب تفسیر حسینی نے آیۃ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۚ[1] (۱۸ : ۱۱۰) کی تفسیر لکھتے ہوئے بعض صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال نقل کئے ہیں۔ کہ عمل صالح وہی ہے جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہے۔

شرک فی العبادات کا مفہوم

آگے شرک فی العبادات اور شرک بالعبادت کے... درمیان فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ غیر کی ذات کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا یہ ہے۔ کہ اس کی ذات کو اپنے حق میں مثل عبادتِ الٰہی مفید اور فائدہ مند جانے۔ اس کی مثال جاہلوں کا یہ عمل ہے۔ کہ بزرگوں کی عزت اور ان کے ناموں کو وسیلہ سمجھتے ہوئے اعمال صالح ترک کر کے صرف ان کی ذات کا واسطہ دے کر خدائے تعالیٰ سے دینی اور دنیاوی ترقی چاہتے ہیں۔ یہ شرک فی العبادات ہے۔ یعنی عبادت میں ریا اور دکھاوا کیا جائے۔

عدم خلوص قرب کا وسیلہ نہیں

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ وہ دکھاوا کرنے اور

---

[1] پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا آرزومند ہے۔ اسے نیک عمل کرنا چاہیئے۔ اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیئے۔

شہرت چاہنے کی وجہ سے عبادت کے اندر خلوص نہیں رہتا۔ اور ایسی عبادت آدمی کو شرک خفی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی عبادت کو شرک کا ذریعہ بنایا۔ بہرحال صرف وہی عبادت تقرّبِ الٰہی کا وسیلہ ہوتی ہے۔ جو خالص اللہ کے لئے ہو۔

پس غور کرو۔ جب خدا کی عبادت بھی خلوص نیت کے بغیر اس کے تقرّب کا وسیلہ نہیں ہو سکتی۔ تو غیر کی عبادت خدا کے تقرب کا وسیلہ کیونکر ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۝ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۝ (۲۹ : ۳)	پس اللہ کی عبادت خالص نیت سے کرو۔ اور یاد رکھو خلوص نیت سے بندگی کرنا اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے۔

المکتبة السلفیة
[illegible]

خاتمۂ سخن!

اے اللہ! میں اس کتاب کو تیرے تقرب کا وسیلہ بناتا ہوں۔ اور تیری وسیع بخشش کے لئے اسے ایک ذریعہ گردانتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک اور بے نیاز ہے۔ تیرے دربار میں غلامی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دے۔ اور امتِ مسلمہ پر رحم فرما۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمارا بھروسہ تجھی پر ہے۔ تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ہم سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے اللہ! ہمارے ذمہ صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ایسی تبلیغ کہ گمراہ اور نافرمان کے سوا کوئی ہلاکت میں نہ رہے۔ سو اللہ کا دین واضح ہو گیا۔ اور اس کی مدد آ گئی۔ اب ہم بری ہیں۔ اس بات سے کہ بے دین لوگ محروم رہیں۔ اے اللہ! اپنی بہترین مخلوق حضرت محمدؐ اور ان کی ساری آل اور ان کے تمام اصحاب پر ہزاروں رحمتیں نازل فرما۔ ⁂

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ

توحید خالص

ابو محمد پیر بدیع الدین شاہ صاحب راشدی

کی

مسائل توحید پر ایک اہم تالیف

بڑے سائز کے سوا چھ سو صفحات پر محیط دو حصوں پر مشتمل یہ کتاب توحید کے متعلق تمام موضوعات پر احاطہ کئے ہوئے ہے

جبکہ

مسئلہ توسل، مسنون طریق دعاء۔ اور مسئلہ وحدۃ الوجود، اس کتاب کے خاص موضوع ہیں۔

وہ تمام آیات قرآنیہ اور احادیث مقدسہ جنہیں وجودیہ نے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے بے جا اور غلط طور پر استعمال کیا ہے۔ ان کے اصل مفہوم کی تشریح کر کے وجودیہ کے دلائل کی قلعی کھولی گئی ہے

مسئلہ توحید پر مکمل معلومات جمع کرنے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیے۔

سوا چھ سو صفحات • سائز $\frac{30\times20}{8}$ • سفید گلیز کاغذ،
خوبصورت بیک پیپر • قیمت ۴۸/- روپے